16.97

روزگار بذریعہ ہنر

جدید فاصلاتی نظامِ تعلیم
(بذریعہ خط وکتابت)

سکل ڈیویلپمنٹ کونسل اسلام آباد

نیشنل ٹریننگ بورڈ (NTB)

وزارتِ محنت، افرادی قوت و سمندر پار پاکستانیز
حکومتِ پاکستان

Ph: 4431159, E-mail: sdc@comsats.net.pk, URL: www.sdc.com.pk

سے منظور شدہ

اسلامی خطبات برائے ائمہ

بذریعہ خط وکتابت

دورانیہ 3 ماہ

فیکلٹی آف اسلامک ایجوکیشن

ماڈرن انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیٹکس اینڈ مینجمنٹ

آفس نمبر 18، ایگزیکٹیو سنٹر، آئی ایٹ مرکز، پی او بکس نمبر 3336 اسلام آباد
فون: 0300-9501851,0303-7371092,4438464,2278148,4447592-93
ای میل: miimisb@hotmail.com ویب سائٹ: www.miimisb.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسم محمد رؤف الرحیم

انتساب

بندۂ ناچیز اپنی اس سعیٔ حقیر کو پیرِ طریقت، غوثِ زمان، حامی سنت ی بدعت و شرک، شیخ الاسلام حضرت خواجہ **محمد عبداللہ** بارو رحمۃ اللہ علیہ ر پیر روشن ضمیر، زیب آستانہ عالیہ پیر بارو شریف حضرت خواجہ **قیر محمد** دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں بصد عقیدت و نیاز پیش کرنے ی سعادت حاصل کرتا ہے جن کی نگاہ لطف و کرم سے لاکھوں قلوب جناب سولِ کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نورِ عشق سے جگمگا رہے ہیں۔

؎ (گر قبول افتد زہے عز و شرف)

(فقیر حقیر العاصی)

ابوالمسعود محمد مقبول الٰہی طاہر باروی

نقشبندی الحسنی مجددی، لاہور۔

Marfat.com

پیش لفظ

84448

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْمَجْدِ وَالْعُلٰی وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ
خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُنَا فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ
یَشَآءُ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ
اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا وَکَرِیْمَنَا وَرَحِیْمَنَا وَرَءُوْفَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ
الْمُعَظَّمِیْنَ وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

؎ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

فضائل و کمالات مصطفویہ علیہ التحیۃ والثنا بحرِ ناپید اکنار ہیں اور درجات و مراتب غیر محدود و غیر متناہی ہیں۔

بندہ ناچیز ایک دین مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سا طالب علم ہے عرصہ ۱۹۷۸ء سے تاحال ۱۹۹۵ء ریڈیو پاکستان کے متعدد پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا جن میں محفل میلاد، صراطِ مستقیم، سوہنی دھرتی، مزدور دنیا، وغیرہ،

Marfat.com

"خطباتِ مقبول" ریڈیو پاکستان کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ گو یہ کوئی عالمانہ فاضلانہ لیکچروں کا خلاصہ نہیں بلکہ سادہ اسلوب اور آسان فہم زبان میں قرآن مجید اور حدیث مبارک کی تشریح ہیں۔ لیکن طلبہ اور دین متین سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لیے بے حد مفید تحفہ ہیں۔ اس امید پر پیش خدمت کر رہا ہوں کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں تاکہ اللہ جل و علیٰ اس فانی زندگی کو اسوۂ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزارنے اور دین مصطفوی کے لیے کوئی بہتر خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے شاید اسی کے وسیلہ سے بخشش کا بہانہ بن جائے۔

فقیر حقیر

ابوالمسعود محمد مقبول الٰہی طاہر باروی
نقشبندی الحسنی مجددی
خطیب جامع مسجد شمسیہ حنفیہ مجاہد آباد،
مغل پورہ لنک روڈ، لاہور

Marfat.com

اظہارِ تشکر

٭ میں احسان مند ہوں مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کا جن کے سایۂ عاطفت و دستِ شفقت نے میری رہبری فرمائی۔

٭ ممنون ہوں استاذی المکرم استاذ العلماء شیخ الفقہ والحدیث الحاج مفتی محمد عبد العلیم صاحب سیالکوی دامت برکاتہ کا جن کے الطافِ بے پایاں نے مجھ لاشئے کو علم دین مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذوق عطا فرمایا۔

٭ مرہون احسان ہوں استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کا جن کی محبت والفت نے مجھ ناچیز کو عقل وشعور عطا فرمایا۔

٭ والدین کریمین کی نگاہ کرم وتربیت صالحہ پہ سو جان سے فدا جنہوں نے مجھے جینے کا سلیقہ سکھایا۔

٭ بے حد مشکور وممنون ہوں حضرت العلامہ محمد عبد الحق ظفر چشتی دامت برکاتہ کا جن کی شفقت اور نوازشات نے قدم قدم پر میری رہنمائی اور رہبری فرمائی اور مجھے اس مقام تک پہنچانے میں اپنے پرخلوص مشوروں سے نوازا۔

٭ شکر گذار ہوں چوہدری غلام حسین شاکر صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول لاہور کا جنہوں نے مجھے سکون سے اس کارِ خیر میں کام کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

٭ حاجی محمد علی مغل اور حاجی محمد اشرف مغل آف مجاہد آباد کا تہ دل سے شکر گذار ہوں اور دعا گو ہوں جن کے مالی تعاون سے "خطباتِ مقبول" کی سعی پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

Marfat.com

• میں صمیم قلب سے شکر گذار ہوں پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن لاہور کے اسٹیشن ڈائریکٹر چوہدری محمد اکرم صاحب کا جنہوں نے اپنی توجہ خاص اور ذاتی دلچسپی سے "خطبات مقبول" کو شائع کرانے میں تعاون فرمایا۔

• بے حد ممنون ہوں پروڈیوسر جناب محمد افضل سالک صاحب اور جناب محمد ضمیر احمد فاطمی سینئر اناؤنسر کا جن کے جہد مسلسل اور توجہ خاص سے مجھے بولنے کا سلیقہ اور شعور ملا۔

(دعاگو)

ابوالمسعود محمد مقبول الٰہی طاہر باردی

نقشبندی الحسنی مجدّدی

______ خطیب لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۳
۲	پیش لفظ	۴
۳	اظہارِ تشکر	۶
۴	فہرست	۸
۵	ابتدائیہ	۱۰
۶	اسوۂ حسنہ، مینارۂ نور	۱۴
۷	اسوۂ حسنہ، محسنِ انسانیت	۱۸
۸	اسوۂ حسنہ۔ خلقِ عظیم	۲۳
۹	اسوۂ حسنہ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ انقلاب	۲۹
۱۰	اسوۂ حسنہ، ایفائے عہد	۳۳
۱۱	اسوۂ حسنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلّم	۳۶
۱۲	عبادتِ مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم	۴۱
۱۳	سراپا حسن وجمال	۴۵
۱۴	عماد الدین، دین میں نماز کی اہمیّت	۵۰
۱۵	اسوۂ حسنہ، احسان شناسی	۵۷
۱۶	انعام کے مستحق، اللہ کا ذکر کرنے والے	۶۲
۱۷	ظاہر و باطن کے تزکیہ کا مہینہ	۶۷
۱۸	روزہ اخوت و مساوات کا داعی	۷۱
۱۹	فیضان رمضان اور دعا	۷۶

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷۹	حکمت کے موتی ، شافع محشر	۲۰
۸۳	روزہ ، اسلامی تہذیب کا آئینہ	۲۱
۸۸	غزوۂ بدر، جبلِ نور سے جبلِ رحمت تک	۲۲
۹۲	فتح مکہ کی اہمیت	۲۳
۹۶	حکمت کے موتی ، اخلاصِ عمل	۲۴
۱۰۰	نسخہ کیمیا، تجلیات ربانی ، انوارِ قرآنی	۲۵
۱۰۳	حسن کردار کا اسلامی تصور	۲۶
۱۰۸	مؤاخات فی الاسلام	۲۷
۱۱۲	ہدایت و تقویٰ	۲۸
۱۱۶	انعام ربانی کے مستحق، کبائر سے بچنے والے	۲۹
۱۲۱	شہ زور کون ؟	۳۰
۱۲۴	بخل	۳۱
۱۲۹	ہر مرض کی دوا ہے	۳۲
۱۳۳	اللہ کے محبوب لوگ (غنی)	۳۳
۱۳۹	شانِ مومن	۳۴
۱۴۳	حسنِ معاشرت، زیردستوں سے سلوک	۳۵
۱۴۸	فرمانِ رسالت، حقوق العباد	۳۶
۱۵۲	عظمت کردار، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام	۳۷
۱۵۹	تکمیلِ انسانیت، فرمانِ رسالت، دوسروں کے عیوب تلاش کرنا	۳۸
۱۶۴	تنگدست مقروض کو مہلت دینا یا معاف کرنا	۳۹

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کی یہ حسین کائنات مجموعہ اضداد سے عبارت ہے۔ علم و جہالت۔ روشنی و تاریکی۔ ایمان و کفر۔ ہدایت و ضلالت۔ صاحب ایمان و شیطان۔ اچھائی و برائی اور نیکی و بدی کا مزاج چرخ نیلی فام کے نیچے ہر متنفس میں بسا دیا گیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے یہ معرکہ آرائی کا بازار گرم ہے۔ کبھی رات کا تاریک سناٹا پوری فضاء بسیط پر اپنا خوفناک تسلط جمالیتا ہے اور کبھی شب تار ہی کی تاریکی میں حسن' چاند کی صورت میں انگڑائی لے کر افق پر ابھرتا ہے اور جب اس سے بھی مکمل تاریکیاں نہ چھٹیں۔ تو مطلع تاباں سے اجالا پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ پھر اندھیروں کو چھپائے نہیں بنتی۔

نہ جانے یہ آنکھ مچولی کا کھیل کب سے جاری تھا کہ جس کی خاطر یہ ساری کائنات کا حسین کھیل رچایا گیا تھا۔ اسے منصہ شہود پہ لایا گیا۔ اگرچہ شیطان نے اس پر بھی ایک بار بھرپور وار کرنے کی کوشش کی لیکن منشاء خداوندی کے تحت اس کو بچالیا گیا۔ اور آئندہ نسل آدم کو عدو مبین کے وار سے محفوظ کرنے کے لئے ہدایت و راہنمائی کا راستہ کھول دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ پیکر رشد و ہدایت حضرات کو اس اجالے سے مکمل باخبر کر کے نسل انسانی کو تاریکیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے سے بچانے کے لئے بھیجتا رہا۔

یہ سلسلہ بھی ان گنت صدیوں تک پھیلتا ہوا نظر آتا ہے۔ زمانے نے کئی رنگ دیکھے۔ عشق و محبت کی سرمستیاں اور چاند سے پیار کرنے والے چکور بھی دیکھے۔ اور آفتاب نصف النہار کی تابانیوں سے گریزاں اور دامن کشیدہ لوگوں کو بھی انگلیوں پر نہیں گنا جاسکتا۔ اس پیکر لطف و عنایت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر و ضلالت کے قصور رفیع کے

Marfat.com

کونوں کھدروں تک کو منور کر دیا۔ شیطان لعین انسانیت کا ازلی دشمن اپنی تمام تر علمی و فکری چالاکیوں۔ سازشوں اور افواج شر کے باوجود ناکام و نامراد ہوا۔

درختوں نے اس کے حضور سجدے کئے۔ چرند و پرند تک نے اس کو اپنا حامی و ناصر جانا۔ سنگریزوں کے اس کا کلمہ یاد کرلیا۔ گڈریے اس کی محفل میں آکر دانشگاہوں کے امام بن گئے۔ علم و عرفان کے سوتے جاگنے لگے۔ امن و عافیت کے راحت فزا ماحول میں غلاموں نے سکھ کا سانس لیا۔ نور کی برسات ہونے لگی۔ بت خانے بیت اللہ بننے لگے۔ پتھر کی مورتیوں کے راج خاک میں مل گئے۔ خود آشنائی میں ڈوبنے والے خدا شناسائی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے لگے تو داعی رشد و ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فضا کو تاقیامت برقرار رکھنے کے لئے **وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** کا حکم نافذ فرمایا۔ کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے۔ جو میرے پیغام روشنی کو ان لوگوں تک پہنچائے۔ جہاں جہاں تک اس کا پہنچانا ضروری ہے۔ تاریکیوں کو کوسنے کی بجائے اب دیئے جلائے جائیں۔ پھر دیئے سے اور دیئے روشن کئے جائیں۔

میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دیئے روشن کئے۔ ان کی تابندگی کو چودہ سو سال کی طویل دوری بھی مدھم نہ کرسکی۔ بلکہ لاکھوں کروڑوں ان سے آگئے دیئے روشن ہوئے اور تاقیام قیامت روشن ہوتے رہیں گے۔ ان میں ایک روشن چراغ حضرت علامہ مولانا مقبول الٰہی طاہر دامت برکاتھم العالیہ کی ذات ہے یہ بھی اس جماعت کے ایک ادنیٰ سپاہی ہیں۔ جس جماعت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منصب جلیلہ پر فائز رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس راہ میں کتنی دھوپ ہے اور سائے کتنے کم ہیں۔ اس راہ میں پھول کتنے کم ہیں۔ اور کانٹوں سے اٹے ہوئے میدان کتنے زیادہ ہیں۔ اس کا اندازہ صرف وہی کرسکتا ہے۔ جو اس منزل کا راہی ہو۔ روشنی سے پیار کرنے والوں اور اس اجالے کی آشنائی پانے

Marfat.com

والوں نے اس سے کیا کیا فیض پایا۔ اس کا صرف ذکر ہی مشام جاں کو معطر کر جاتا ہے۔ ذہن لطیف اس کے تصور سے مسحور ہو جاتا ہے۔ دور کہیں خوبصورت باغات ان کے نیچے بہنے والی نہریں اور ہمہ قسم ثمرات سے لدی ٹہنیاں اشارہ ابرو پر حسن و جمال کے شہکار خدمتگاروں کا حضور۔ کیا یہ تصور بھول جانے والا ہے۔

دوسری طرف ایسی خونچکاں داستانیں بھی بکھری پڑی ہیں۔ کہ ان کے ذکر سے ہی جسم میں جھرجھری آجاتی ہے۔ کفروضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے والے۔ کور مغز و ناعاقبت اندیش۔ تاریکیوں سے پیار کرنے والے۔ کانٹوں کی خود خصلت کے پیکر۔ مہک اور پھولوں سے نفور۔ آفتاب و ماہتاب کی تابندگیوں کو ناپسند کرنے والے کور چشموں کی عبرت ناک داستانیں بھی زمانہ ہمیں سناتا ہے۔

آخر ایک سراج منیر' آفتاب و ماہتاب نور برج رسالت' بحر حقیقت کے شناور۔ کعبہ دل و جاں مظہر تجلیات نورانی۔ مطلع نورہدایت۔ آئینہ جمال کبریا پوری کائنات پر چھائے ہوئے گھپ اندھیروں کو پاٹنے کے لئے پھر ان کی جگہ ہر طرف نور ہی نور پھیلانے کے لئے فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

یہ ظلمت کدہ ان کے دم سے ہے روشن
وہ ہیں آفتاب جہان نبوت
وہ ہیں رونق گلستان نبوت
وہ ہیں تاجدار جہان نبوت
صلی اللہ علیہ وسلم

اس نیرتاباں اور سراج منیر کی روشنی سے مستنیر ہونے والوں نے اپنے دامن میں ایسی کرنوں کو سمیٹ لیا کہ دنیا میں بے حد و عد بسنے والے انسانوں کی آنکھیں ان کے نور سے خیرہ ہونے لگیں۔ "تعلیمات مصطفوی" کا یہ چراغ جو

Marfat.com

"خطبات مقبول" کی صورت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ وہ مجموعہ خطابات ہے۔ جو آپ ریڈیو پاکستان لاہور کے پلیٹ فارم سے گاہے گاہے پوری کائنات کے کونے کونے تک پہنچا چکے ہیں۔ اور ہر کس و ناکس اس نور سے مستفیذ ہوچکا ہے ارباب محبت کے پیہم اصرار پر اسے کتابی شکل دینے پر آمادہ ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دست سوال دراز کرتے ہیں کہ موصوف کی اس سعی مجیب کو اپنے دربار میں شرف قبولیت سے سرفراز فرما کر سرمایہ آخرت بنائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ مذنب

عبدالحق ظفر چشتی
مصطفےٰ آباد

3-10-94

Marfat.com

مینارۂ نور

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ : بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

طلوع اسلام سے قبل کا عرب پشت ہا پشت کی عداوتوں اور خون آشام دشمنیوں کی وجہ سے تاریخ انسانی میں جو شہرت رکھتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ معمولی سے مسئلہ پر قبائل کی تلواریں میان سے باہر آ جاتیں اور پھر جنگ شروع ہوتی تو الامان والحفیظ' اور صدیوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہ آپ کی تشریف آوری کا اعجاز تھا کہ نہ صرف عرب کے متحارب و متصادم قبائل شیر و شکر ہو گئے بلکہ آپ نے دریاؤں اور پہاڑوں کی مصنوعی سرحدوں کو ختم کر کے ایک ایسا عالمی معاشرہ تشکیل دیا جس سے کالے گورے' عربی و عجمی' آقا و غلام کا امتیاز اٹھ گیا۔ حبش کے بلال' روم کے صہیب' فارس کے سلمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک خاندان بن گئے' اور مکہ کے ابوجہل اور ابولہب دوسرا خاندان'۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب ز روم
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

عرب کے اس خونریز اور خون آشام خطے میں جہاں برس ہا برس سے

Marfat.com

تلواریں لہو برسا رہی تھیں آسمان نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا' کہ مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصار گلے مل رہے ہیں۔ اور ان کے درمیان مساوات و مواخات کا رشتہ قائم ہو رہا ہے۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی زمینیں اور اپنے مکانات و باغات تک کی تقسیم عمل میں لا رہے ہیں۔ اور جہاں ان کا پسینہ گرتا ہے وہاں اپنا خون گرانے کو تیار ہیں۔

عرب کے اس انقلاب عظیم کا راز اسلام کی ان لازوال تعلیمات میں پوشیدہ ہے' جن پر عمل کر کے اہل ایمان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے لبریز ہو گئے۔

انسان کامل محسن انسانیت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسلام کا پیغام عام کیا تو آپ نے جس بات کو اپنی دلیل بنایا وہ یہ تھی'

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا" مِّنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

اے میری قوم کے لوگو! میں تم میں اس سے پہلے ایک بڑی لمبی مدت گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں۔

مطلب آپ کے فرمانے کا یہ تھا کہ میں تمہارے درمیان کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہوں۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو میری چالیس سالہ زندگی تمہارے سامنے ہے۔ تم مجھے صادق اور امین کہہ کر پکارتے ہو۔ میرے روز و شب تمہارے لئے ایک کھلی کتاب کی مانند ہیں میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا' کسی سے جھوٹ نہیں بولا' غریبوں' یتیموں کے سروں پر دست شفقت رکھا۔ کوئی خطا نہیں' کوئی دغا نہیں' کوئی دھوکہ نہیں' کوئی فریب نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے' کہ چالیس سال اس طرح گزارنے کے بعد یک لخت بدل جاؤں اور تمہیں غلط راستہ بتاؤں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اہل مکہ کے سامنے یہ دلیل پیش کی گئی تو وہ لاجواب ہو گئے' ان میں کسی کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگلی

Marfat.com

اٹھائے۔ اس انسان کامل کی عظمت کردار کا یہ عالم تھا کہ چاند میں دھبے ہو سکتے ہیں' برگ و گل پر گرنے والی شبنم میں کثافت ہو سکتی ہے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول و عمل میں حرف گیری کی کہیں گنجائش نہیں۔ دوست تو دوست دشمن اور دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خون کے پیاسے' مشن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ناکام بنانے کی خاطر' شاہ روم ہرقل کے دربار میں پہنچے' اور بھرے دربار میں جب ہرقل نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو ابو سفیان کو اعتراف کرنا پڑا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' قیصر روم نے کہا' اے ابوسفیان! سنو جس نے کبھی بندوں کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا' وہ خدا کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

یہ تھی عظمت کردار کی ایک جھلک' بالآخر دشمن بھی جس کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے' مخالفتوں کے طوفان اٹھے لیکن جھاگ کی طرح بیٹھ گئے' آندھیاں آئیں لیکن نسیم سحر میں تبدیل ہو گئیں کانٹوں نے سر اٹھایا' لیکن پھول بن کر خوشبو دینے لگے۔

پورا عرب زیر نگین ہو گیا۔ اور جو کل تک دشمن جان تھے' وہی آپ کے پسینہ پر خون گرانے کے لئے تیار ہو گئے۔

تاریخ نے طرح طرح کے مبلغین' مصلحین' شیریں مقال واعظ' آتش بیان خطیب' بادشاہوں اور حکمرانوں کو ہر دور میں دیکھا۔ جنگجو فاتحین کی داستانیں ہم پڑھتے ہیں۔ انقلابی طاقتیں نگاہوں میں آتی ہیں۔ اخلاقی خوبیوں کے داعی سامنے آتے ہیں۔ جب ہم ان کی تعلیمات ان کے کارناموں اور ان کے پیدا کردہ نتائج کو دیکھتے ہیں۔ تو اگر کہیں خیر و فلاح' دکھائی دیتی ہے تو جزوی قسم کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنا اسوہ مقدسہ پیش کر کے پورے کے پورے اجتماعی انسان کی روح کو بدل دیا۔

Marfat.com

صبغتہ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لے کر بازار تک، مدرسہ سے عدالت تک، گھروں سے میدان جنگ تک چھا گیا، ذہن بدل گئے، خیالات بدل گئے، عادات و اطوار بدل گئے، رسوم و رواج بدل گئے۔ حقوق و فرائض کی تقسیمیں بدل گئیں۔ خیر و شر کا معیار بدل گیا، حلال و حرام کے اصول بدل گئے۔ اخلاقی قدریں بدل گئیں، دستور اور قانون بدل گئے جنگ و صلح کے اسالیب بدل گئے، معیشت و ازدواج کے اطوار بدل گئے، تہذیب و تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی۔ اس پوری کی پوری تبدیلی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح تھی

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

اسوہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے ہر آدمی چاہے وہ باپ ہو یا بیٹا، آجر ہو یا تاجر، حاکم وقت ہو یا بھیڑ بکریاں چرانے والا۔ وہ عابد ہو یا زاہد رسول اللہ کے اسوہ پاک میں ایک انتہائی اعلیٰ اور قابل عمل نمونہ پاتا ہے۔ اور ہر نمونہ میں اتنا حسن ہے کہ اس حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پروگرام محفل میلاد ریڈیو پاکستان لاہور

تاریخ نشر ۱۶ جون ۱۹۸۳ء

Marfat.com

اسوۂ حسنہ

محسن انسانیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ : بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی، تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

نبی اکرم شفیع معظم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی، تشریف آوری سے قبل کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام، انسانیت کی فلاح کیلئے اس دنیا میں تشریف لائے۔ تاریخ ان میں سے چند کے سوا، نام و احوال بتانے سے قاصر ہے، اور انبیاء کرام کی سیرتوں کی کڑیاں ملانا بہرحال دشوار ہے۔ ان لاکھوں انبیاء کرام میں سے صرف چند ہستیاں ہیں جنہیں تاریخی کہا جاتا ہے، مگر کسی نبی کی حیات طیبہ مین جامعیت اور ا کملیت نہیں ملتی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی زندگی کے تمام پہلو ہمارے سامنے موجود نہیں۔ جب ہم کسی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے، کہ سوائے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پوری نہیں اترتی، جامعیت و اکملیت کے لحاظ سے، وہ مقام کسی کو حاصل نہیں، جو رسول عربی و ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے وصال تک، حیات طیبہ کے تمام پہلو ہمارے سامنے ہیں۔ اور ہر پہلو اتنا صاف، واضح اور روشن ہے، کہ کوئی کمی اور تشنگی نظر نہیں آتی۔ اسی لئے مکہ مکرمہ کی

Marfat.com

ترپن سالہ اور مدینہ منورہ کی دس سالہ زندگی' اس بات پر شاہد ہے کہ اتنی جامع الصفات شخصیت پوری انسانیت میں سوائے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اور کوئی نہیں'۔ اسی لئے قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

یعنی بلا شبہ رسول اللہ کی زندگی ہی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ یہی وہ مقدس ہستی ہے۔ جو انسانیت کی آخری منزل ہے۔ اور مادیت کے لق و دق صحرا میں چشمۂ حیات ہے۔ یہی وہ نخلستان ہے' جہاں آج کا پریشان حال منزل کا متلاشی اور پیاسا مسافر سکون حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وہ چراغ ہے۔ جس نے ہر دور کی ظلمتوں کو دور کر کے ہدایت و روشنی کی شمعیں روشن کی ہیں' یہی وہ ساحل ہے' جو تاریک موجوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے انسان کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۃ مقدسہ اور اخلاق عالیہ کی حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں ہو سکی۔ کیونکہ خالق کائنات جلّ وعلیٰ خود فرماتے ہیں

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

یقیناً" آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہیں۔ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق' رب قدوس کے نزدیک دنیا وما فیھا' اپنی تمام تر غیر محدود وسعتوں کے باوجود متاع قلیل ہے اور نبی اکرم کا خلق عظیم ہے۔

طائف کے میدان میں تبلیغ دین حق کیلئے تشریف لے گئے۔ لیکن ان لوگوں نے حق قبول کرنے کی بجائے' ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ اور پتھروں سے لہو لہان کر دیا۔ ملائکہ نے ان بد طینت افراد کو' پہاڑوں کے درمیاں مسل کر سزا دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے انتقام سے منع فرمایا۔ اور دعا سے نوازا۔ اہل مکہ نے ہر تکلیف و ایذا پہنچائی' رستے میں کانٹے بچھائے' گلے میں رسے ڈالے' سجدے کی حالت میں اونٹ کا اوجھر رکھا' شاعر و مجنوں کاالزام دیا۔ ساحر و مفتون کا طعنہ دیا۔ جان کے دشمن بن گئے۔ وطن عزیز مکہ مکرمہ اور کعبہ معظم بیت اللہ

Marfat.com

سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا' اور مدینہ طیبہ میں بھی سکون سے بیٹھنے نہ دیا۔ لیکن جب آپ فاتحانہ انداز سے مکہ میں داخل ہوئے' تو جو بدلہ لینا چاہتے لے سکتے تھے' لیکن فرمایا

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج کے دن تم پر کوئی شدت نہیں کوئی سختی نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔ اتنا رحم و کرم صرف اور صرف رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے۔ صفت جود و عطا میں بھی زمانہ آپ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ میں جو کچھ آتا ہے' سب کا سب سائلوں اور محتاجوں میں تقسیم ہو جاتا ہے' لیکن مہینوں تک آپ کے گھر میں آگ تک نہ جلتی'

مسجد نبوی میں دراہم و دنانیر کے انبار لگے ہوئے ہیں' ہر سائل کو اس کی مرضی کے مطابق عطا کیا جاتا ہے۔ لیکن جب تقسیم فرما کر اٹھتے ہیں تو' اپنی ذات انور کیلئے ایک دینار بھی نہیں بچتا حلم و حوصلہ شجاعت و جوانمردی دیکھیں کہ ایک غزوہ کے دوران آپ اکیلے ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے' کہ ایک کافر آپ کی تلوار اٹھا کر کھڑا ہو گیا' چشم خوابناک بیدار ہوئی' دیکھا تو دشمن تیغ بے نیام لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے **مَنْ یَعْصِمُکَ مِنِّیْ یَا مُحَمَّدُ:** تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے بلا توقف فرمایا ۔ "میرا اللہ" وہ کافر کانپنے لگا' تلوار ہاتھ سے گر گئی' سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار اٹھا کر فرمایا۔ "اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا" اور پھر معاف فرما دیا۔"

صداقت و امامت کا وصف کمال دشمنوں نے اس وقت بھی تسلیم کیا جب وہ جان کے دشمن تھے اور وطن عزیز مکہ مکرمہ سے نکالنے کی فکر میں تھے۔ ابو جہل رئیس المشرکین نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے البتہ جو کلام آپ پیش کرتے ہیں اسے نہیں مانتے۔

جب ہم نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم مقدس کی

Marfat.com

طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معلم کائنات صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے

کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؁

یعنی "جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا' تمہی میں سے' کہ تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے۔ اور تمہیں پاک فرماتا ہے۔ اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے' اور تمہیں وہ تعلیم عطا فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں" اس آیہ مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری کا ایک مقصد' شرک' بت پرستی' کفر' گندے اخلاق' ظاہری اور باطنی عیوب اور نقائص سے پاک کرنا ہے۔ یہ تعلیم مصطفیٰ کا کمال ہے کہ عرب کے ان انسان نما جانوروں کو عالم بلکہ معلّم بنا دیا۔ اور معلم اخلاق کے اسوہ مقدسہ نے بت پرستوں کو خدا پرست' رہزنوں کو رہبر' مے و جام میں مخمور رہنے والوں کو محبت الٰہی کا متوالا و سرشار بنا دیا۔ اسی ضمن میں سورۃ آل عمران میں ہے

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

ترجمہ: میرے رسول ان پر آیتیں تلاوت کرتے ہیں۔ انہیں پاک فرماتے ہیں' اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں' اور وہ لوگ اس سے قبل صریحا" گمراہی میں تھے۔ یعنی سب سے پہلے قرآن مجید کی روشنی سے لوگوں کے ظاہر باطن کو صاف فرمایا۔ اور پھر ان کے سینوں میں علم و معرفت کے خزانے پہنچا دیئے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصول علم پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ علم سیکھو اور سکھاؤ۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ **اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ** ماں کی گود سے قبر کے کناروں تک علم حاصل کرو۔ یعنی مسلمان کا سرمایۂ حیات علم ہے۔ اور اسے تمام زندگی حاصل کرتے رہنا چاہیئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

علم مقدس کے بارے میں ارشاد ربی ہے۔

اَنزَلَ اللّٰہُ عَلَیکَ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَم تَکُن تَعلَمُ وَ کَانَ فَضلُ اللّٰہِ عَلَیکَ عَظِیمًا

یعنی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی' اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضل عظیم ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ **اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَر** کا ایک معنی یہ بھی بنتا ہے کہ ہم نے آپ کو علم کثیر عطا فرمایا۔

القصہ مختصر امام الانبیاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا ہر پہلو واضح اور روشن ہے اور وہی شخص عروس کامرانی سے ہمکنار ہو گا جو اسوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ مقدسہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

محفل میلاد ریڈیو پاکستان

تاریخ نشر ۸۵-۱۰-۳۱

84448

Marfat.com

خلق عظیم

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے۔ "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" ترجمہ بلاشک و شبہ تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں کامل نمونہ ہے اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علہ وسلم کی نورانی زندگی کو بنی نوع انسان کے لئے پاکیزہ اور روشن مثال قرار دیا ہے۔ آپ کا مبارک وجود مجسمۂ رحمت اور آپ کی نورانی حیات تمام کمالات کی جامع ہے' حیات انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے لئے آپ کی سنت موجود نہ ہو' آپ کے اخلاق و آداب' افعال و اعمال اہل علم و عمل کے لئے مینارۂ نور اور رشد و ہدایت کا حقیقی سرچشمہ ہیں' آپ کی زندگی بے عیب اور سراپا حسن و کمال ہے اور جس زاویہ سے بھی دیکھیں آپ اوج کمال' بام رفعت' اور عرش عظمت پر دکھائی دیتے ہیں یہ زندگی اتنی شفاف و نکھری ہوئی ہے کہ آپ کے زمانے کے بعض شقی القلب لوگ باوجود آپ سے شدید بغض و کینہ' عداوت و بغاوت کے' آپ میں کوئی عیب نہ نکال سکے اور تمام تر مخالفتوں کے باوجود آپ کی صداقت و دیانت کے معترف اور آپ کے اخلاق جلیلہ کے برملا قائل تھے شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

آپ کی حیات مقدسہ کی یہ عظمت تھی کہ قبل نبوت و بعد نبوت ہر دور میں مخلوق مدح خوان رہی اور کسی کو کہیں بھی کوئی عیب و نقص ڈھونڈے سے بھی نہ مل سکا اور یہ اتنی غیر معمولی عظمت ہے کہ ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

Marfat.com

نہیں

اور حضرت حسان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور برملا کہا

اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

یعنی اے محبوب کریم آپ تمام عیوب و نقائص سے پاکیزہ تخلیق کے گئے معلوم یوں ہوتا ہے کہ گویا آپ کو حسب منشائے خود خلق کیا گیا ہے حیات پاک کی یہ عظمت اور زیادہ حسین نظر آتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جتنے انبیاء و رسل تشریف لائے سب نے معجزات پیش کئے اور مخلوق خدا کو متوجہ کیا مثلاً ہنگام دعوت حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرعون کے روبرو یدبیضا اور عصا کے معجزات پیش کئے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا کی چوٹی پر اعلان حق کیا تو آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا' قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کون ہوں سب نے کہا آپ صادق اور امین ہیں یعنی آپ نے اپنی زندگی کو پیش کیا پھر کہا کہ تم خدائے لم یزل کو مان لو تو لوگ ٹھٹکے بگڑے اور دلیل چاہی تو آپ نے فرمایا **قَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ** کیا میں نے تم میں عمر کے چالیس برس نہیں گزارے جو اب دلیل مانگتے ہو **اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ** کیا تم کو عقل نہیں کہ اس کثیف ماحول میں ایسی لطیف و پاکیزہ زندگی کوئی کم معجزہ ہے جو تم دلیل طلب کرتے ہو اور یہ امر ایسا تھا کہ کفار ساکت ہو گئے کیونکہ آپ کی نورانی زندگی ایسا بے عیب حسن رکھنے والی تھی جس کے ہوتے ہوئے کسی معجزہ نمائی کا ضرورت ہی نہ تھی اور آپ کا اسی قدر کہہ دینا اہل عقل و بصیرت کے لئے کافی تھا کیونکہ آپ صدق و صفا کے پیکر' عظمت اخلاق کے وقار' لطافت حسن' بحر ناپیدا کنار' خدا کے سچے پیغام بر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی وجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانی عظمتوں کی امین و نقیب ہے اور پروردگار اس زندگی کو نمونہ قرار دیتا ہے اور اس زندگی کا اتباع کرنے کا حکم فرماتا ہے کیونکہ یہ زندگی ایسی ہی ہے کہ

Marfat.com

اس سے جو کچھ ملے گا وہی متاع عظمت، نقد ایمان، سرمایہ نجات اور توشہ آخرت ہے، آپ کی نورانی زندگی خدا کے پیغام کی جامع تشریح ہے آپ کے افعال و اعمال احکام قرآن کی تفصیل ہیں اور آپ کی ذات مبارک کے بغیر تفہیم و تفسیر قرآن ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے اخلاق کیا ہیں تو فرمایا **کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآنُ** کہ قرآن حکیم آپ ہی کے اخلاق فاضلہ کا بیان ہے یعنی قرآن اور حیات طیبہ لازم و ملزوم ہیں آپ کے اسوہ حسنہ کا ایک بے نظیر پہلو خلق ہے، علماء کے نزدیک خلق کے معنی پختہ اور پکی عادتوں کے ہیں اور خلق کے اصطلاحی مفہوم کے تحت خلق کو پسندیدہ فضائل کا نام دیا گیا ہے یعنی خلق سے مراد پسندیدہ اور قابل تحسین عادات ہیں اور خلق کی دو قسم ہیں ایک اخلاق فاضلہ اور دوسرے اخلاق مذمومہ اور ہماری گفتگو اخلاق فاضلہ سے ہے کیونکہ انبیاء اخلاق مذمومہ سے باالکلیہ پاک و معصوم ہوتے ہیں اور ان کی آمد کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مخلوق کے اخلاق سنور جائیں اور ناپسندیدہ خصلتیں مٹ جائیں اور محبوب و پسندیدہ خصائل کا فروغ ہو آپ کا ارشاد گرامی ہے "**اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُ تَمِمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ**" کہ میں اسی مقصد کے تحت مبعوث کیا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کر دوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ سے بہتر اخلاق والا اور کوئی نہیں، کوئی صحابی یا گھر والا جب بھی آپ کو یاد کرتا یا پکارتا تو آپ فوراً" لبیک کہتے۔ پروردگار عالم نے آپ کے خلق کی قرآن کریم میں یوں تعریف فرمائی ہے **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ** بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے اخلاق کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میں اس مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسایہ تھا جب آپ پر کوئی وحی نازل ہوتی تو میری جانب پیغام بھیجا جاتا میں حاضر ہو کر وحی لکھا کرتا تھا۔ جب ہم دنیا کا ذکر کرنے لگتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر

Marfat.com

فرماتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی آخرت کا ذکر فرماتے ہم جب کھانے پینے کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء کا ذکر فرماتے یہ تھا آپ کا خلق کریم کہ اس حد درجہ اصحاب کی دلجوئی فرماتے تھے'

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر زیادہ مہربان اور انتہائی خلیق تھے اللہ کی قسم کوئی غلام' لونڈی یا بچہ آپ کے پاس سخت سردی میں پانی لے کر یعنی اسے تبرک حاصل کرنے کے لئے اگر حاضر ہوتا کہ آپ اس میں منہ ہاتھ دھولیں تو آپ کسی صورت میں بھی ایسا کرنے سے نہ رکتے' اگر کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کی بات بغور سماعت فرماتے اور اس وقت تک وہاں سے نہ جاتے جب تک سائل خود نہ چلا جاتا اگر کسی نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا تو آپ اس وقت تک ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا اور اس وقت تک اسی کے ہاتھ میں ہاتھ رہنے دیتے' خلق عظیم کی یہ شان تھی اور مخلوق پر اس قدر کرم تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دو امور میں سے کسی ایک امر کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے آسانی ہی کو اختیار فرمایا جبکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہوتا ورنہ اس سے آپ بہت دور رہتے اللہ تعالیٰ کے محارم کے سوا اپنی ذات کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقام یا بدلہ لینا صرف خدا کے لئے تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو نہیں پیٹا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے سوائے جہاد کے کسی کو مارا اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی خلاف ورزی ہوتی تو خدا کے لئے ضرور انتقام لیتے تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

میں سالہا سال تک آپ کے پاس رہا اور شرف خدمت سے مشرف رہا مگر اس دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی گالی نہیں دی اور نہ ہی مارا یا ڈانٹا اور نہ ہی تیوری چڑھائی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کی کرنے کا حکم دیا اور مجھ سے تساہل واقع ہوا تو کبھی نہیں جھڑکا اور اگر گھر والوں سے کوئی ڈانٹتا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے اسے چھوڑ دو اگر قسمت میں ہوتا تو وہ کام ضرور ہو جاتا حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ ایک کم عقل عورت بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر کہنے لگی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی والدہ تم جس راستے سے جانا چاہتی ہو وہ مجھے بتا دو میں تمہیں اسی راستے پر کھڑا ہوا ملوں گا اور اس وقت تک واپس نہیں آوٴں گا جب تک تمہارا کام نہ ہو جائے۔ وہ عورت راستے کے ایک جانب جا کھڑی ہوئی اور آپ اس سے وہیں گفتگو فرماتے رہے‘ حتیٰ کہ وہ گفتگو کر کے چلی گئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی نرالی شان تھی کہ باوجود اس رفعت شان کے بندوں پر اس قدر مہربانی اور شفقت تھی یہاں تک کہ آپ ایک کم عقل عورت کی بات بھی مکمل توجہ سے سنتے۔

حافظ ابو نعیم محدث نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ہمراہ تھا آپ نے موٹے کناروں والی چادر اوپر ڈالی ہوئی تھی ایک دیہاتی ملا اور اس نے آپ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچا یہاں تک کہ میں نے چادر کو زور سے کھینچنے کے نشانات آپ کی گردن مبارک پر دیکھے اس کے بعد وہ دیہاتی کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس میں سے کچھ دو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کی جانب متوجہ ہو کر مسکرائے اور اس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔

Marfat.com

ان تمام روائتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ حد درجہ کریم' مہربان اور شفیق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق اس قدر عظیم تھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے مکمل فیضان کے طالب ہوتے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کی رعائت نہ کرتے مگر بایں ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف کریمانہ میں کچھ فرق نہ آتا یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات خلق کی تفسیر ہے اور امت کے لئے مینارۂ نور اور راہ ہدایت ہے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

کہ تم میں کامل ایمان والا وہی ہے جس کا خلق حسین ہو لہٰذا حسن اخلاق' حسن ایمان کی دلیل ہے۔ امت پر حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے اخلاق جلیلہ کا اپنانا لازم ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات عالیہ میں سے ایک ہی وصف اختیار کر لیا جائے تو وہ تمام دکھوں کا علاج ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۲۰ مئی ۱۹۸۶ء

پروگرام محفل میلاد ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی انقلاب

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

قدیم عرب مورخین نے عرب قبائل کی بعض خوبیوں کے بیان میں ضرورت سے زیادہ مبالغے سے کام لیا ہے۔ انہوں نے ان کی حمایت' بہادری' جرات اور صاف گوئی کی بڑی تعریف کی ہے۔ لیکن یہ حمایت' یہ بہادری اور جرات' خونریزی' تباہی اور بربادی کے سوا کسی اور مصرف میں استعمال نہ ہوئی۔ ان کی تہذیب یا ثقافت محض قتل و غارتگری اور لوٹ مار تھی۔ ان کے نزدیک یہ عادت اور رسم' نامعقول اور ناپسندیدہ نہ تھی' بلکہ اسے شریفانہ شغل تصور کیا جاتا تھا۔ عرب شاعر اپنے قبیلے کی شان میں جب قصیدے لکھتے تو فخریہ الفاظ میں کہتے کہ میرے قبیلے نے قوی ہیکل گھوڑوں کی پیٹھوں پر جو جری اور حوصلہ مند جوان فلاں چراگاہ سے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہنکانے کے لئے بھیجے' وہ تلوار کے دھنی اور بڑے ماہر نیزہ باز تھے' انہوں نے مقابل قبیلے کے جوانوں کا گلا بڑی ہنرمندی سے کاٹا' ان کے سینے چھید ڈالے اور ان کے سارے جانور ہنکا کر لے آئے۔ اس ذہنیت کا لازمی نتیجہ متواتر جنگ و جدال کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا' اور یہ چار مہینے بھی جب چاہتے وہ دوسرے مہینوں سے بدل لیا کرتے۔ یہ عادت اس قدر جڑ پکڑ چکی تھی کہ جب بھی کسی قبیلے کا کوئی فرد کسی دوسرے قبیلے کے ہاتھ سے مارا جاتا تو اس کا بدلہ پورے قبیلے پر فرض تھا۔ چنانچہ خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے' ہر بستی خون سے لالہ زار بن جاتی' عورتوں کے سہاگ اجڑ جاتے' اور باپ بیٹوں سے اور بیٹے باپوں سے محروم ہو جاتے تھے۔ عرب قوم چوری' ڈاکے' جوئے اور غصب سے جو مال حاصل کرتی اسے نہ صرف مباح سمجھتی تھی بلکہ وہ اس کی جائز اور شریفانہ کمائی خیال کی جاتی تھی۔ انفرادی بت پرستی کے علاوہ ان کے یہاں اجتماعی بت پرستی

Marfat.com

بھی اپنے عروج پر تھی۔ ان کے بعض بڑے معبدوں میں کئی کئی سو بت تھے' حتیٰ کہ خانہ کعبہ کو بھی انہوں نے ایک بہت بڑے بت کدے میں بدل ڈالا تھا۔

عربوں کی تاریخ کے اس پس منظر میں حضور نبی اکرم نور مجسم سید المرسلین' رحمتہ اللعالمین' احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کا پیش خیمہ تھی جس نے اس کائنات ارضی کو تہذیب و شائستگی اور شرافت و انسانیت کی نئی' مگر صحیح اور اعلیٰ ترین اقدار سے روشناس کیا۔ اس تہذیب و شائستگی اور شرافت و انسانیت کی نئی مگر صحیح اور اعلیٰ ترین اقدار کی بنیاد اس وقت پڑی' جب غار حرا میں پہلی بار خدا کے ایک پیغامبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○

"یعنی" پڑھ اس رب کے نام سے جس نے کائنات پیدا کی' جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا رب بہت کریم ہے' جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم کی تعلیم دی' جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جنہیں وہ نہیں جانتا تھا۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ پیغام' دائمی انقلاب اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہمہ گیر تعلیمات کا پہلا اور بنیادی سبق تھا' جس کی تشریح' قرآن پاک پورے تیئیس برس تک کرتا رہا۔

حامل وحی و قرآن صلی اللہ علیہ وسلم جن انقلابی اصولوں کے داعی بن کر اٹھے' وہ فرد' معاشرے اور قوم کی ساری زندگی پر حاوی تھے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی اصول کے معاملے میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا کو یہ درس دیا کہ ایمانداری اور سچائی جس طرح انفرادی زندگی کی فلاح کے لئے لازمی ہے' اسی طرح

Marfat.com

اجتماعی زندگی کی ترقی و کامیابی کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل عرصہ نہایت مظلومیت اور ستم رسیدگی کی حالت میں گزارا' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ہی عرصہ اقتدار اور حکمرانی میں گزرا۔ اس دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حریفوں اور حلیفوں سے مختلف سیاسی اور اقتصادی معاہدے کرنے پڑے۔ دشمنوں سے متعدد جنگیں لڑنی پڑیں۔ عہد شکنی کرنے والوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ لیکن دوست اور دشمن ہر ایک کو یہ اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازک سے نازک حالات میں بھی حلیفوں کا ساتھ دیا' اور دشمنوں سے بدتر سے بدتر حالات میں بھی ناانصافی نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی تاریخ گواہ ہے' اور زمانہ حاضر کے واقعات بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے انقلاب میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور مال و اسباب کی تباہی و بربادی کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا' لیکن خیر مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جو انقلاب لائے' اپنی عظمت و وسعت کے باوجود اس انقلاب میں کام نے والوں کی تعداد چند سو نفوس سے زیادہ نہیں جو اس ساری جدوجہد کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے' یا مخالف گروہ کے آدمیوں میں سے مارے گئے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت اور آج کے دور کے برعکس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جو انقلاب رونما ہوا اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں کسی کی عزت و ناموس پر دست درازی کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ داعی انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کالایا ہوا انقلاب اس اعتبار سے بھی منفرد اور یگانہ ہے کہ اس نے حکمرانوں کی عزت و تکریم اور شوکت و سطوت کے اظہار کے تمام طریقے ختم کردیئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ چلتے تو کوشش فرماتے کہ ان کے پیچھے رہیں۔ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو اس طرح گھل مل جاتے کہ کسی اجنبی کے لئے پہچاننا مشکل ہو

Marfat.com

جاتا ہے۔ کھانے کے لئے دو زانو ہو کر بیٹھتے تو فرماتے کہ میں اپنے رب کا بندہ ہوں، اور جس طرح ایک بندہ یعنی غلام کھانا کھاتا ہے اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو نہیں، میں ایک سوکھا گوشت کھانے والی ماں کا بیٹا ہوں۔

داعی انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نئے طرزِ حکمرانی کا انقلابی نمونہ دنیا کی سامنے پیش فرمایا، اس میں دنیوی کروفر کے بجائے خلافت الہیہ کا جلال، اور ظاہری ٹھاٹ باٹھ کی جگہ خدمت و محبت کا جمال تھا۔ اس انقلاب کے نتیجے میں وقعت و توقیر، انسان کی سماجی، منصبی اور مادی حیثیت کو نہیں بلکہ اس کے اعلیٰ ذاتی کردار کو حاصل تھی۔ یہ انقلاب ہر لحاظ سے عظیم اور ہمہ گیر تھا۔ یہ عقائد و افکار کا انقلاب تھا۔ یہ اخلاقی اور تہذیبی نظام کا انقلاب تھا۔ یہ معاشرت و معیشت کا انقلاب تھا۔ یہ تعلیم و تربیت کا انقلاب تھا۔ یہ قانون و سیاست کا انقلاب تھا۔ اور تاریخ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی کہ اس ہمہ پہلو اور ہمہ گیر انقلاب نے سرزمین عرب ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا نقشہ تبدیل کر دیا اور اہل عرب ہی کی نہیں بلکہ تمام اہل عالم کی تقدیریں بدلنے کا اہتمام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں داعی انقلاب حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تاریخ نشر: جون سنہ ۱۹۸۶ء

محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ریڈیو پاکستان۔ لاہور

Marfat.com

"ایفائے عہد"

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ : بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے

دنیا کی تاریخ میں لاکھوں ایسے اشخاص نمایاں ہیں جنہوں نے آنے والوں کے لئے اپنی اپنی زندگیاں نمونے کے طور پر پیش کیں۔ ایک طرف شاہان عالم کے پرشکوہ دربار ہیں ایک طرف سپہ سالاروں کے جنگی کارنامے ایک طرف حکماء اور فلاسفروں کا اعلیٰ گروہ' ایک طرف فاتحین عالم کی پرجلال صفیں ایک طرف شعراء کی بزم رنگین ہے ایک طرف دولتمندوں اور خزانوں کے مالکوں کی نرم نرم گدیاں اور تجوریاں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی زندگی بنی آدم کے لئے پرکشش ضرور ہے لیکن کسی کی زندگی نوع انسانی کے لئے سعادت' فلاح اور قابل عمل نمونہ نہیں۔

بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی۔ اعمال کی نیکی' اخلاق کی بہتری' دلوں کی صفائی اور میانہ روی پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں اگر کسی طبقہ انسانی نے انجام دی ہیں تو صرف اور صرف انبیائے کرام کا طبقہ ہے جو منجانب اللہ اس دنیا میں تشریف لائے اور دنیا والوں کو تعلیم حق اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے ایک رستہ چھوڑ گئے ہر نبی نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوم کے سامنے اس زمانے کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات حمیدہ کا بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا مگر عظمتِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھ جان سے قربان جو اوصاف

Marfat.com

حمیدہ اور اخلاق جلیلہ دیگر انبیاء کو فرداً" فرداً" ملے ان تمام کا مجموعہ سیدہ آمنہ کے لال، حسنین کریمین کے نانا، دریتیم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن، جوانی، تجارت، آمدورفت، شادیاں، قبل نبوت قریش کی لڑائیاں، قریش کے معاہدے، امین بن کرخانہ کعبہ میں حجر اسود نصب کرنا، غار حرا کی گوشہ نشینی، اسلام کا ظہور، دعوت و تبلیغ ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نام و پیام تکمیل دین اور حجتہ الوداع، ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو انسانوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا، دوست احباب نماز روزہ، دن رات کی عبادات، صلح و جنگ، سفر و حضر، کھانا پینا مذاق، خلوت و جلوت، طور و طریق، خدوخال یہاں تک کہ نجی اور خانگی معمولات بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

ایفائے عہد جو کہ اسلام کے زریں اور بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے اس کا عملی نمونہ بھی ہمیں سرکار دو جہاں کی سیرت طیبہ میں ملتا ہے صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی اگر مکہ مکرمہ کا کوئی فرد مسلمان ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے مکہ واپس بھیج دیں لیکن اگر کوئی فرد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلا جائے تو کفار مکہ اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔ یہ عہد نامہ لکھا جارہا تھا اور ابھی دستخط بھی نہیں ہوئے تھے۔ قریش نے جس سردار کو اپنا نمائندہ بنایا اسکا نام سہیل تھا۔ اس کا بیٹا ابو جندل مسلمان ہوچکا تھا سہیل نے ابوجندل کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا، لیکن ابوجندل بھاگ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کا طالب ہوا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامے کے تقدس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابوجندل کو واپس بھیج دیا۔ قرآن کریم کے حکم

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

Marfat.com

اپنے وعدوں کو پورا کرو بے شک وعدوں کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے گا کی جھلک ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا عہد نامہ میں کامل واکمل طریقہ سے ملتی ہے اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ اسکے انتظار کے لئے رکنے کو کہا۔ وہ شخص تو جاکر بھول گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کا احترام کرتے ہوئے تین دن رکے رہے۔ جب اسی شخص کا دوبارہ ادھر سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کھڑے پایا تو انتہائی نادم ہوا اور اسوۃ مقدس سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

یہ تو تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک گوشہ نور کی جھلک۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ معدن جود وسخا، پیکر صبر و رضا، مجسمہ حکمت واتقاء، آفتاب رُشد و ہُدیٰ، مرکز صدق و صفا تھے اس لئے قرآن مجید نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو بہترین نمونہ فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسوہ مقدسہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

پروگرام محفل میلاد ریڈیو پاکستان لاہور
تاریخ نشر
مارچ ۱۹۹۱ء

Marfat.com

اسوہ حسنہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلّم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

ترجمہ : بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول، عبد کامل اور آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و محبت، ایک مسلمان کا مقصد حیات بلکہ متاع حیات ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا ارو نہ ہی قرب خداوندی کا حصول ہو سکتا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر پہلو اتنا مصفّٰے و مزکیٰ۔ اتنا حسین و جمیل **اتنا منزّہ و مطہر** ہے کہ چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود کوئی صاحب عقل و شعور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر انگلی نہ اٹھا سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملت اسلامیہ کے پہلے معلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تشریف آوری کا مقصد **بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ** "یعنی مجھے اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔" بیان فرمایا ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا اس لئے ایسا جامع و اکمل۔ **احسن و اجمل**۔ کامل و مکمل اسوۂ عالیہ و مبارکہ پیش فرمایا جو قیامت تک کے لوگوں کیلئے ہدایت اور فوز و فلاح کا سرچشمہ ہے۔ اور طالبانِ حق و صداقت کیلئے مشعل راہ اور مینارۂ نور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں قائم

Marfat.com

ہونے والا معاشرہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت مقدسہ نے کندن بنا دیا تھا انسانیت کی پوری تاریخ کیلئے بہترین انسانی معاشرہ ثابت ہوا۔ جو تمام انسانی محاسن کا جامع اور اعلیٰ صفات کا منبع ہے۔

معلم کائنات' محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نورانی تعلیمات کا پہلا مرکز مکہ مکرمہ میں "دار ارقم" اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف کا چبوترہ "صفہ" بنایا۔ یہی وہ انسانوں کو **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ** کے سانچے میں ڈھالنے والی پہلی یونیورسٹی تھی۔ یہی وہ درس توحید و عرفان کی پہلی درس گاہ تھی' جس نے راہ حق سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو اخلاق حسنہ اور اوصاف جمیلہ سے روشناس کرایا مخلوق کو خالق سے متعارف کرایا' گمراہوں کو راہ ھدایت عطا فرمائی۔ بت پرستوں کو خدا پرست بنایا۔ جگہ جگہ جھکنے والوں کو ایک معبود برحق کی بارگاہ میں جھکایا۔ جس کے نتیجے میں ایسی شخصیات اس خاکدان عالم میں معرض وجود میں آئیں اور ایسا بے مثال معاشرہ تشکیل پایا۔ جسے اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر کامل کہا جا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس رسول امی لقب' بنی مکی و مدنی فداہٗ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور تربیت عالیہ کا فیض ہے۔ جس کی عظمت قرآن حکیم کی اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد ربّی ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔

ترجمہ : وہی ذات ہے جس نے ان ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کرتا ہے' اور انہیں پاک و صاف کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے دوسرے مقام پر فرمایا!

وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ

Marfat.com

اِخْوَانًا۔

اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو جب کہ تم اسلام سے پہلے باہم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی اور تم اس کی رحمت سے بھائی بھائی بن گئے مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفات میں ایک نام نعمت اللہ بھی ہے یعنی اس آیت کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ کی طرف سے تمہارے لئے نعمت عظمٰی ہے۔ اور اسی نعمت سے تم دشمن سے دوست بن گئے۔

سورۃ آل عمران ہے۔ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔**

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب کہ ان میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا۔ جو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے' اور انہیں پاک و صاف فرماتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ بے شک یہ لوگ بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ یہ اسی رسول عربی و ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت جمیلہ کا اثر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلم و عفو اور صبر و رضا کے پیکر تھے تو صحابہ کرام بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کو تربیت کا رنگ ہی عجیب تھا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا۔ تو اچانک پیچھے سے آواز سنی "ابو مسعود جان لو جس قدر تمہیں اس غلام پر اختیار ہے' اس سے زیادہ خدا کو تم پر قدرت ہے"۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ "میں نے اس غلام کو رضائے الٰہی

Marfat.com

کیلئے آزاد کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں دوزخ کی آگ جلاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم خادم کو غلطی کرنے پر کتنی بار معاف کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ سائل نے دوسری مرتبہ سوال دہرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس میں حلم و عفو صبرو رضا بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹے کفار مکہ نے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبرو رضا کے دامن کو ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑا' بلکہ خندہ پیشانی سے برداشت کیا' تو یہ بھی نبی رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلّم کا فیض ہے کہ کربلا کے آتشیں ریگ زار میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے اپنی جانوں کا نذرانہ بصورت شہادت' اللہ کے حضور پیش کر دیا لیکن ایک ظالم و جابر' فاسق و فاجر' کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت و شفقت کے پیکر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ" جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

تعلیمات مصطفوی کا نتیجہ ہے کہ جس نے اونٹ چرانے والوں کو انسانوں کا گلہ بان بنا دیا جہالت میں ڈوبے ہوئے بدوؤں کو دنیا بھر کے لئے معلم اخلاق بنا دیا۔

یہ بھی معلم کائنات کے فیض کا مظہر ہے کہ' ایک طرف خالد بن ولید' طارق بن زیاد' اور محمد بن قاسم جیسے سپہ سالار پیدا ہوئے تو دوسری طرف افضل البشر

Marfat.com

بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی النورین' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خلفاء' حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے علماء و فضلاء' اسی چشمہ فیض سے سیراب ہوئے اور حضرت ابو ذر غفاری' حضرت سلمان فارسی' حضرت بلال حبشی' حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے دور اندیش بھی اسی جمال جہاں آراء سے مستنیر ہوئے اسلام کی یہ لازوال تعلیمات اسوۂ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہیں جن پر عمل کر کے اہل ایمان ایک دوسرے کی محبت میں لبریز ہوتے ہیں رسول اللہ کی اطاعت ہی میں ایک مسلمان کے لئے دنیاو اخروی فوز و فلاح کی ضمانت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ نبی کریم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے

آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پروگرام محفل میلاد ریڈیو پاکستان لاہور

تاریخ نشر ۱۲ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

عبادت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

جب ہم تاریخ ساز شخصیتوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں کوئی رہنما، کوئی لیڈر بھی ہمہ صفت موصوف نہیں ملتا سب کی زندگیاں ادھوری، اور جامعیت سے خالی نظر آتی ہیں۔ کسی کا نظریہ، انسانیت کے کسی خاص پہلو کی، اصلاح کی طرف ہوا۔ تو کسی کا خیال سماجی رسومات کی درستی کی طرف گیا، کسی نے زمانے کے عام حالات سے بیزار ہو کر قنوطیت طاری کرلی، تو کسی نے اخلاقی اقدار کو معاشی اقدار کے، تابع بنالیا، کسی کی ذہنی و فکری پرواز بلند ہے مگر میدان عمل میں افتادگی نظر آتی ہے، کوئی قوت عمل کی صلاحیت رکھتا ہے، مگر ذہن نارسا ہے۔ کسی کے کارنامے سیاسی تدبر تک محدود ہیں تو کوئی، شمشیر و سنان پر قادر، اور فاتح دوراں ہے۔ کسی نے جماعت کی انفرادیت کا گلہ گھونٹ دیا، تو کسی نے انفرادیت کو، اس طرح گلے لگایا کہ معاشرے کی تصویر دھندلی پڑ گئی۔ کوئی روحانیت کی طرف متوجہ ہوا، تو رہبانیت تک پہنچ گیا۔ غرض! ایک ایسی شخصیت جو انسانیت کے ہر طائفہ کے، مختلف مظاہر کا کامل نمونہ ہوا صفات حمیدہ اور اخلاق جلیلہ کا مجموعہ ہو۔ صرف اللہ کے آخری رسول، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، کی سیرت طیبہ ہے۔ جو بلا کسی امتیاز و تخصیص کے

Marfat.com

ہر انسان کے لئے' خواہ اس کی حیثیت کچھ ہو' اسوہ حسنہ موجود ہے کیونکہ قیامت تک وجود میں آنے والی تمام اولاد آدم کے ظلمات خانہ کے لئے' ہدایت کی شمع اور رہنمائی کا نور' صرف اور صرف حضور پرنور شافع یوم النشور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ ہے۔ آپ کی زندگی' ایک انسان کامل کی زندگی' اور ہادی برحق کی زندگی ہے۔ جسے رب کائنات نے' ہر اس شخص کے لئے اسوہ کامل قرار دیا ہے۔ جو اللہ کی رضا' اور آخرت کی کامیابی اور نجات کا طالب ہو' اس ذات گرامی کو علمہ شدید القویٰ جیسے استاد اعلیٰ نے' تعلیم دی ہے۔ جس کی قوتیں اور علم کی بنیادیں بہت زبردست ہیں۔ اسی بنا پر نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا الْحَقّ**

یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں' میری جان ہے۔ اس منہ سے جو کچھ نکلتا ہے۔ وہ حق ہے اور قرآن عزیز نے "**وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی**" یعنی میرے رسول خواہشات نفسانی سے بولتے ہی نہیں بلکہ آپ کا بولنا تو وحی الٰہی کے تابع ہے۔ فرما کر تصدیق فرما دی ہے۔ جبھی تو قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔ **مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا** رسول کریم جو کچھ بھی آپ کو دیں اسے مضبوطی سے تھام اور جس چیز سے منع فرما دیں فوراً" رک جاؤ۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کو پوری انسانیت کی رہبری کے لئے مینارہ نور بنایا ہے۔

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مقدس سے نور حاصل کرنے والے کسی خاص قبیلہ یا گروہ سے متعلق نہیں بلکہ اگر ایک طرف صہیب رومی ہے تو دوسری طرف ابوسفیان اموی ہے۔ ایک طرف بلال حبشی ہے تو دوسری طرف ابوذر غفاری' ایک طرف سلمان فارسی ہے تو دوسری طرف ابو موسیٰ اشعری' رنگ و نسل ذات پات کا امتیاز ختم کر کے گورے کا' عربی عجمی' شرقی غربی۔

Marfat.com

امیر غریب، غرضیکہ جس نے بھی توحید اور رسالت کا اقرار کیا۔ اسے ایک شیرازہ میں پرو دیا، آپ کی سیرت طیبہ کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں، جس میں پوری کائنات کی لئے رشد و ہدایت اور فوز و فلاح کی ضمانت موجود نہ ہو۔

یوں تو آپ کی ساری زندگی میں، زہد و تقویٰ، سخاوت و ایثار، شرم و حیا۔ صبر و استقامت۔ عفو و کرم۔ امانت و دیانت، شفقت، تواضع و انکساری، رحم و کرم، صدق و راستی، مئودت و محبت کی مثال نہیں ملتی مگر آپ کی عبادت و ریاضت کا ایک پہلو ایسا ہے۔ جو ایک مسلمان کو، اللہ سے محبت اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریزی کا ذوق پیدا کرتا ہے۔

ایک شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خاص بات جو آپنے دیکھی ہو، وہ سنا دیں۔ ام المومنین نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات، خاص نہ تھی، ہر بات ہی خاص تھی۔ ہاں! ایک رات آپ میرے ہاں تشریف لائے، اور بستر مقدسہ پر لیٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر فرمایا، اے عائشہ لو! اب میں اپنے رب کی عبادت کرلوں اور پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے پھر رکوع فرمایا۔ اسی طرح آنسوؤں کی جھڑی لگی رہی۔ پھر سجدہ فرمایا، اس میں روتے رہے، یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے لئے آذان دی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اتنے کیوں روتے ہیں حالانکہ آپ معصوم عن الخطاء ہیں۔ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی "اگر بالفرض ہوں بھی تو مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار نہ بنوں۔ اسی طرح حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا آپ نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا۔ اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی آپ کے ساتھ شریک ہوگیا آپ نے

Marfat.com

سورۃ بقرہ تک ایک رکعت میں پڑھی۔ جو آیت رحم کی آتی اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے' جو عذاب کی آتی۔ اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ پھر رکوع فرمایا اور اتنا ہی لمبا رکوع فرمایا جتنی سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ فرمایا۔ دوسری رکعت میں آل عمران پڑھی اسی طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے پڑھ لئے۔

سبحان اللہ۔ آپ کی عبادت کے بارے میں صحابہ کرام شاہد ہیں اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری ساری رات جاگنے اور کھڑے ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے آپ کے پائے نازنین پر ورم آجاتے کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ** نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ اگر کوئی چاہے کہ میں اللہ کے رسول کو نماز پڑھتے دیکھوں' تو یقیناً" نماز پڑھتے پائے گا۔ اور اگر کوئی چاہے کہ آرام فرماتے دیکھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر عبادت میں مشغول ہوجاتے' پھر تھوڑی دیر آرام فرماتے اور پھر عبادت کے لئے کھڑے ہوجاتے' یوں رات گزر جاتی۔ اس انداز میں عبادت کرنا یا جاگنا نہایت مشکل ہے کیونکہ رات کے کچھ حصہ میں عبادت کے لئے اٹھنا تو آسان ہے مگر ساری رات تھوڑی تھوڑی دیر آرام کے بعد پھر عبادت کے لئے کھڑے ہونا از حد مشکل ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہوجاتا یعنی ہیبت خداوندی سے آپ پر خوف طاری ہوجاتا' اور نماز میں اضافہ ہوجاتا۔ دعا میں نہایت عاجزی فرماتے' اور رمضان المبارک کے اختتام تک بستر پر تشریف نہ لے جاتے۔

پروگرام صراط مستقیم فروری سنہ ۱۹۹۴ء
ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

"سراپا حسن و جمال"

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

ترجمہ : بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

حضور سرور کائنات فخر موجودات رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ کے اس دور میں بعثت فرمائی جب کفرو شرک کی تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا ہر سمت بے بسی و بے چارگی کے سایے منڈلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لاتے ہی کفر و شرک کی تاریکیاں دور ہونے لگیں' ظلم و ستم کی زنجیریں ٹوٹنے لگیں' صدیوں کی رنجشیں اور عداوتیں باہمی محبت و اخوت کے سانچوں میں ڈھلنے لگیں اور انسانیت کے گلشن میں امن و آشتی کی ایک ایسی بہار کا ورود ہوا' جس سے اس زمین کے سینے کے ہزاروں رستے ہوئے زخم' رنگا رنگ پھولوں کی شکل اختیار کرنے لگے او خزاں کائنات ارضی سے اپنا رخت سفر باندھنے پر مجبور ہوگئی۔ تاریخ انسانی کا یہ عظیم انقلاب حضور ختم الرسل دانائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم اور بے مثال سیرت کی بدولت رونما ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ نے کائنات کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ظلم و عدوان کی جگہ' عدل و انصاف نے لی' مایوسی کی فضا چھٹنے لگی' دلوں میں ہمدردی و غمگساری کے چراغ روشن ہونے لگے' جو ان پڑھ تھے وہ فکر و آگہی اور ایمان و ایقان کی روشنی پا کر اہل عالم کو انسانیت کا درس دینے لگے' اور جو تہذیب و تمدن کے مفہوم تک سے نا آشنا تھے' وہ بھٹکے ہوں کی ہدایت و رہنما کے منصب جلیلہ پر فائز ہوگئے۔

Marfat.com

حضور اکرم رحمت عالم شفیع معظم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ' ہر وصف' ہر خصلت حمیدہ اور ہر خلق حسنہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف رحیمانہ اور اخلاق کریمانہ حد و شمار سے باہر ہیں۔ اگر جملہ اہل قلم' آپ کے مناقب و محاسن جمع کرنے میں اپنا پورا پورا زور علم بھی صرف کردیں' پھر بھی آپ کی ذاتی رفعتوں اور عظمتوں کا احاطہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** ○ یعنی انہیں فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ بخشش فرمانے والا رحیم ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پیروی کیا ہے ؟ قرآن کریم نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی۔
مَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تمہیں یہ رسول دیں اسے کیا کرو' اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے رک جایا کرو۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک ذرہ برابر عمل بھی حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیتہ و التسلیم کی مرضی کے خلاف نہ ہو' ہم جو کچھ کہیں اور جو کچھ کریں وہ منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہو۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے جس پہلو کو بھی دیکھا جائے وہ کامل' جامع منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری و باطنی حسن و جمال کے پیکر تھے۔ آپ کے رحم و کرم کا یہ عالم تھا کہ جب تبلیغ حق کے لئے طائف پہنچے تو کفار و مشرکین نے دشنام طرازی کے علاوہ' پتھروں کی بھی بارش کردی' یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لہولہان ہوگئے کہ آپ کے پاپوش مبارک خون سے بھر گئے' اس عالم میں جب آپ سے پتھر مارنے والوں کے لئے بددعا فرمانے کو کہا گیا' تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں بددعا کی

Marfat.com

بجائے یہ دعا فرمائی۔ ''اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ اے اللہ تو انہیں ہدایت عطا فرما یہ مجھے نہیں جانتے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا' آپ مشرکین کے لئے بددعا فرمایئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا' بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہ سن کر رحمت اللعالمین نے ہنس کے فرمایا
میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں' انتہائی اہم اور اشد ضروری ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسی بات نہ کی' جس سے لوگوں کے درمیان رنجش اور عداوت پیدا ہو' آپ کے پاس آنے والوں میں' جسے بھی اپنے قبیلے اور اپنی قوم میں عزت و احترام حاصل ہوتا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی تکریم فرماتے۔ آپ کی مجلس اقدس میں بڑوں کی عزت اور توقیر کی جاتی اور چھوٹوں سے شفقت اور نرمی کا برتاؤ ہوتا۔ وہاں ہر چھوٹا بڑا پیکر ایثار اور مؤدب نظر آتا۔ اگر کوئی اجنبی ہوتا تو سب اس کا خیال رکھتے اگر کوئی کسی کی برائی بیان کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے روک دیتے اور ارشاد ہوتا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ جب میں دنیا سے جاؤں' تو کسی کی طرف سے بھی میرے دل میں بدگمانی نہ ہو۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی' آپ برائی کے بدلے برائی کی بجائے قصور وار کو معاف فرما دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا' اور کبھی نام لے کر کسی مسلمان پر لعنت نہیں فرمائی۔ مشکواۃ شریف میں ہے' کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموما خاموش رہتے اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے' اگر کوئی شخص سنجیدگی سے گفتگو نہ کرتا تو آپ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم اس کی جانب سے رخ انور پھیر لیتے' آپ کا ہنسنا تبسم تک محدود ہوتا' کلام واضح ہوتا' اس میں کوئی بے مقصد بات نہ ہوتی اور نہ ہی بات ادھوری فرماتے' آپ کی محفل مقدس حلم و حیا اور خیروخوبی کا مرقع ہوتی' جب معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان حق ترجمان سے علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے گوہر لٹاتے تو سامعین اپنے سر جھکا لیتے اور اس طرح ہمہ تن گوش ہو جاتے' گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں آہستگی تھی۔ ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی' حلم' احتیاط اور فکر کا آئینہ دار ہوتی۔ ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش مزاج کریم الخلق اور نرمی سے گفتگو کرنے والے تھے۔ نہ بازاروں میں آواز بلند فرماتے نہ فحش کلامی فرماتے' نہ کسی پر عیب لگاتے اور ایسا مزاح کبھی نہیں فرمایا جو مقام ادب سے غافل کر دے۔ نبی رحمت' حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں تین چیزیں نہیں تھیں۔ (۱) ریا کاری (۲) فضول اور بے فائدہ گفتگو (۳) اور تیسری چیز فحش کلامی۔

قرآن عزیز' فرقان حمید میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہے'

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔

"یعنی اللہ کی رحمت کے سبب آپ نرم ہوگئے ان کے لئے' اور اگر آپ تند مزاج سخت دل ہوتے تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے۔"

ہجرت مدینہ طیبہ کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد رضی اللہ عنہا کے جھونپڑے میں کچھ دیر آرام فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ام معبد کا خاوند گھر آیا تو بیوی نے اپنے شوہر سے آنے

Marfat.com

والے مہمان معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اس انداز میں بیان کی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیریں کلام تھے، گفتگو کا ہر لفظ دوسرے لفظ سے جدا ہوتا، بغیر ضرورت کلام نہ فرماتے اور جب گفتگو فرماتے تو یوں لگتا جیسے ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی۔ غرض حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا ہر ایک پہلو لعل و گوہر سے زیادہ چمک دار اور چاند سورج سے زیادہ روشن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ فی الحقیقت ایک مینارہ نور ہے، جس کے ذریعے انسانیت کو اس کی راہ ہمیشہ صاف نظر آتی رہے گی۔ جس کی روشنی میں دلوں اور روحوں کے درماندہ اور بھٹکے ہوئے قافلوں کو ہمیشہ اپنی منزل کا سراغ ملتا رہے گا۔

اللہ جل شانہ، کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ رحیم و کریم ہمیں اسوۃ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یہ تقریر ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام محفل میلاد میں مورخہ ۸ اپریل ۱۹۹۴ء کو نشر ہوئی۔

Marfat.com

(عماد الدین)

دین میں نماز کی اہمیت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ٥

ترجمہ : ''اور ہم نے جن اور انسان فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کئے۔ عبادت کا لفظ عبد سے نکلا ہے۔ عبد کے معنی بندے اور غلام کے ہیں۔ اس لئے عبادت کے معنی بندگی اور غلامی کے ہیں۔''

قرآن کی رو سے عبادت وہ اصل مقصد ہے، جس کی خاطر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمارے لئے، اس بات کا سمجھنا نہایت ضروری ہے، کہ عبادت کیا ہے اور اسکا صحیح تصور کیا ہے دنیا کے ہر مذہب میں، عبادت کا ایک خاص تصور موجود ہے، کسی مذہب میں دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں جابیٹھنا عبادت ہے، کسی مذہب میں عبادت صرف پوجاپاٹ تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اسلام کا تصور عبادت کا سب سے مختلف اور جدا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان خدائے واحد کا بندہ ہے۔ اس کا خالق اس کامالک اور اس کا حاکم صرف خداوند عالم جل شانہ ہے۔ جس نے اس زمین پر اسے اپنے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا، کچھ اختیارات عطا کئے، کچھ ذمہ داریاں سونپیں، کچھ خدمتیں سپرد کیں، اس لئے اس دنیا میں حضرت انسان کا کام، اپنے مالک و خالق کے ہر حکم کو پورا کرنا، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ادا کرنا ہے۔ اسلام کا تصور عبادت یہ ہے کہ ہماری ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو، اور ہم اپنے آپ کو دائمی اور ہمہ وقتی غلام سمجھیں یعنی ہماری زندگی کا کوئی لمحہ خدائے لم یزل کی عبادت سے خالی نہ ہو۔

Marfat.com

بالفاظ دیگر ہمارا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، معاملات، مناکحات، معاشرات۔ معاشیات، ثقافت وغیرہ تمام زندگی، زندگی بخشنے والے کی امانت ہے۔ اگر اس مالک حقیقی کے فرمان و رضا کے مطابق بسر نہیں کریں گے تو امانت میں خیانت ہوگی۔ ہماری اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی، کہ اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے، کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی یہ بات لازم آجاتی ہے۔ کہ جس اللہ کو معبود تسلیم کیا ہے۔ اس کا عبد یعنی بندہ بن کر رہے۔ اور بندہ بن کر رہنے کا نام عبادت ہے۔ انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنے کے لئے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے، وہ نماز ہے۔

انسان کو بار بار اس بات کی یاد دھانی کرائی جاتی ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ اور اسے اللہ جل جلالہ، اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے، مخصوص انداز کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جیسے ہی صبح کو اٹھیں نماز ہمیں یہ وعدہ یاد دلاتی ہے۔ دن کے کام کاج کے ھنگاموں سے دو بار کھینچ کر لاتی ہے۔ اور اس چیز کو یاد دلاتی ہے۔ شام اور رات کو جب تھکے ہارے، آرام و سکون کے خواہشمند ہوتے ہیں، تو یہ نماز آگاہ کرتی ہے، کہ ہم خدا کے بندے ہیں۔ شیطان و نفس کے بندے نہیں ہیں۔

دراصل اسلام اپنی ایک فوج تیار کرنا چاہتا ہے، اور ہر کلمہ گو مسلمان کو اس کا سپاہی بنانا چاہتا ہے۔ جس کی ذمہ داری زندگی میں اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی بجا آوری ہے۔ حدود اللہ کی حفاظت اور شیطانی قوتوں سے برسرپیکار رہنا ہے۔ ظاہر ہے ایسی فوج کے لئے زیادہ سخت تنظیم، تربیت اور آزمائش کی ضرورت ہے۔ انہی مقاصد کے تحت نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ تاکہ ایک طرف تو مسلمان کی تربیت، اور دوسری طرف سچے اور جھوٹے مسلمان میں امتیاز ہوجائے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ رحمتہ اللعالمین، شفیع المذنبین، رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ" یعنی مسلمان اور کافر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔ نماز کا ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ انسان کی سیرت کو اس ڈھنگ پر تیار کرتی ہے۔ جو اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اسلام کا مقصد ایک ایسی جماعت تیار کرنا ہے، جس کا اولین کام نیکی کو قائم کرنا، اور برائی کو مٹانا ہے۔ اور خدا کے قوانین کی پابندی کرنی ہے۔ یہ عظیم کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک انسان میں، اللہ کا خوف، اس کی محبت، اور اس کی خوشنودی کی خواہش پیدا نہ ہو۔

مسلمان اسلامی طریقے پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا جب تک، اسے یقین نہ ہو کہ، اللہ ہر جگہ ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے، اسکی ہر حرکت سے باخبر ہے، اندھیرے میں بھی وہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور تنہائی میں بھی اس کے ساتھ۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی یقین انسان کو خداوندقدوس کے احکام کی اطاعت اور اس کے قانون پر عمل کے لئے تیار کرتا ہے۔ اور نماز کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ اس یقین کو بار بار انسان کے ذہن میں تازہ کرے اور اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں اس بات کا اقرار بھی کرے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔ نماز کا ایک ایک فعل ایک ایک قول کچھ اس طور پر رکھا گیا ہے تاکہ اس سے ازخود انسانی سیرت اسلامی سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز تمام بے حیائیوں اور برائیوں سے بچالیتی ہے۔ تعمیر سیرت کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں ضبط نفس کی طاقت بھی پیدا کرتی ہے نماز میں تسبیحات اور دعاؤں کے ساتھ پابندی طہارت جسمانی کا جوڑ اس لئے لگایا گیا ہے کہ انسان اپنے نفس پر پوری طرح قابو یافتہ رہے، صبح کا وقت ہے، نیند ستا رہی ہے اودھر آرام طلب نفس کہتا ہے پڑے رہو،

Marfat.com

اب کہاں اٹھ کر جاؤ گے۔ مؤذن کہتا ہے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" نماز "نیند سے بہتر ہے"۔ وقت آچکا ہے، سیدھی طرح اٹھو وضو کرو، جاڑے کا موسم ہے ہوا کرے، پانی گرم نہیں نہ سہی، وضو کرو اور چلو مسجد کی طرف، اس مقام پر اگر کسی نے، نفس کا مطالبہ پورا کرلیا تو، نفس اس سے جیت گیا، ورنہ اس نے نفس پر قابو پالیا۔ اسی طرح ظہر عصر مغرب عشاء ہر وقت نفس کسی نہ کسی مشغولیت، فائدے، نقصان، لطف و لذت۔ مشکلات وغیرہ کے بہانے ڈھونڈ لیتا ہے، لیکن نماز پانچوں وقت تازیانہ بن کر، آجاتی ہے، اور ہماری سوئی ہوئی قوت ارادی کو آجگاتی ہے۔ نماز چھوڑ کر خواہشات نفسانی کا پیرو بن کر انسان گمراہ ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔)

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"

ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا، اور خواہشات کی پیروی کی، لہٰذا عنقریب وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اور جو شخص اپنی نمازوں کو پابندی سے بروقت ادا کرے، ایسے شخص کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے "مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّ بُرْهَانًا وَّنَجَاتًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاتًا" یعنی جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے، تو وہ اس کے لئے نور اور دلیل بنیں گی، اور قیامت کے دن باعث نجات ہوں گی۔ اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا۔ تو ایسی نماز اس کے لئے نہ تو روشنی ہوگی، نہ دلیل بنے گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس حدیث مبارکہ میں "يُحَافِظُ مُحَافَظَتٌ" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا مقصد یہ ہوا کہ آدمی کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے وضو صحیح کیا ہے اوقات نماز اور ارکان نماز صحیح ہیں یا نہیں۔ ورنہ وہ نماز قبول نہ ہوگی۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم شفیع معظم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔" یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے۔ یہاں تک کہ جب اس میں زردی آجاتی ہے' اور مشرکین کی پوجاپاٹ کا وقت آجاتا ہے تو یہ اٹھتا ہے' اور جلدی جلدی چار رکعتیں مارلیتا ہے' ایسا شخص نماز میں اللہ کو ذرہ برابر بھی یاد نہیں کرتا۔" اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں نماز کو بروقت ادا نہ کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ اسلام میں عبادت کی روح یہ ہے کہ ہر کام اللہ کی خوشنودی رضا اور اس کے حکم کے مطابق کیا جائے۔ ورنہ قبول نہ ہوگا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

" جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا' جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا۔"

نماز بندے کو رب کے قریب لاتی ہے' اس کے قلب کو پاکیزگی' اور روح کو بالیدگی عطا کرتی ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب مسلمان اس حدیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے نماز ادا کرے جس میں ارشاد فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

یعنی اس طرح نماز ادا کرو۔ گویا اپنے معبود حقیقی کو دیکھ رہے ہو **وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ**۔ اور اگر تمہیں وہ مقام حاصل نہیں تو پھر سوچ لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا۔ یعنی نماز دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر ادا کریں اس طرح اپنے خالق و مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضری دیں جس طرح ایک بندہ مجرم حاکم اعلیٰ کی کچہری میں کھڑا ہوتا ہے۔

نماز ہمارے اجتماعی نظام کا پورا ڈھانچہ بناتی ہے' اور اسے قائم کرتی اور رکھتی ہے۔ ہم مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ پہچانتے ہیں اور اس حیثیت سے متعارف ہوتے ہیں کہ کہ ہم سب ایک ہی راہ کے مسافر ہیں ایک ہی منزل کے خواہاں ہیں۔ ایک ہی مسجود کے ساجد ہیں۔ ایک ہی معبود کے

Marfat.com

عابد ہیں۔ اخوت و یگانگت کا بہترین نمونہ نماز سے ہی ملتا ہے۔ جب آپ اس نظر سے دیکھیں گے تو آپ کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا' خوشحال لوگ غربا اور مساکین کی مدد کرسکیں گے جس کے نتیجے میں ہر مسلمان کی دنیاوی زندگی جنت ارضی کی مثال بن سکتی ہے' اور پھر مسجد میں تمام مسلمان مساوی الحیثیت ہیں۔ اگر ایک غریب پہلے آیا تو پہلی صف میں ہوگا۔ اور ایک رئیس آخر میں آیا تو پچھلی صف میں ہوگا۔ اس سے بڑھ کر مساوات کا عملی درس کسی مذہب میں نہیں ملتا۔ نماز کے انہی بے شمار فوائد و فضائل کی بناء پر اسے بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ اس لئے سرور انبیاء ۔ ھادی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "**اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ**" نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز قائم کی گویا اس نے دین قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین چھوڑ دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ نماز ایمان بھی ہے اور ایمان کی پہچان اور دل کا نور بھی ہے آنکھوں کی ٹھنڈک بھی اور انفرادی اور اجتماعی سیرت کی صورت گر بھی۔

شب معراج' صاحب لولاک' سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آسمانوں کی سیر فرمائی' تو پہلے آسمان کے فرشتوں کو قیام کی حالت میں' دوسرے آسمان کے ملائکہ کو رکوع کی حالت میں' تیسرے آسمان کے نوریوں کو سجدے کی حالت میں' چوتھے آسمان کے مقربین کو قعدہ کی حالت میں پایا اور پانچویں چھٹے آسمان کے ملائکہ کو تسبیح و تہلیل میں دیکھا تو قلب اطہر میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش رب العزت میری امت کو ایسی عبادت کا حکم فرما دیتا۔ جس میں ملائکہ کی ساری عبادتیں جمع ہوتیں' چنانچہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پنجگانہ کا تحفہ عطا فرمایا۔ گویا نماز کا پابند ملکوتی صفات کا متحمل ہوجاتا ہے' کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے "**اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ**" نماز مومن کی معراج ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ پانچ وقت اپنی

Marfat.com

بارگاہ میں حاضری کے لئے بلاتا ہے اور بد نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں نماز کی فرصت نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں نماز پنجگانہ کا پابند بنائے اور شریعت مصطفوی پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین

تاریخ نشر

۴۔ اپریل ۱۹۸۵ء

Marfat.com

احسان شناسی

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ"

ترجمہ : "اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے" عدل سے حقوق انسانی کا تحفظ ہوتا ہے' لیکن صرف عدل سے ہی انسانی زندگی میں استواری پیدا نہیں ہوتی' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احسان کی بھی ضرورت ہے' کیونکہ باہمی یگانگت اور محبت و مودت "احسان" ہی کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر عدل و انصاف میں بقاء ہے تو احسان و مروت میں ارتقاء کا راز مضمر ہے۔ عدل سے تعلقات قائم رہتے ہیں' مگر احسان سے ان میں استحکام اور پائیداری آتی ہے۔ تعلقات کا مدار عدل پر ہے لیکن حسن تعلقات کا انحصار احسان پر ہے۔

حضور نبی اکرم' نور مجسم' سرور ہردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں' جن کے فیضان کرم سے دوست ہی نہیں' دشمن بھی بہرہ یاب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر احسان اپنوں ہی کو نہیں' بیگانوں کو بھی سیراب کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی رحمت و شفقت اور عدل و احسان کا عدیم المثال شاہکار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کرنے پر زور دیا' مگر احسان جتانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا' آپ نے نیکی کی تکمیل کی خواہش

Marfat.com

اجاگر کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی تلقین فرمائی۔ احسان کرنے کے ساتھ ساتھ احسان شناسی پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص زور دیا ہے۔ بلاشبہ احسان کرنا انسانی عظمت کا ثبوت ہے' لیکن احسان شناسی' تہذیب و شرافت کا وہ نشان ہے' جسے اسلامی اقدار کا جوہر کہا جاسکتا ہے جو احسان کرکے جتاتا ہے' وہ اپنی پستی کا اعلان کرتا ہے' لیکن جو محسن کے احسان کا اعتراف نہیں کرتا' وہ بھی اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیتا ہے۔ احسان کرنا اور احسان ماننا' دونوں انسانی شرافت اور اسلامی تہذیب کی دلیل ہیں۔ پیغمبرِ رحمت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ محسن کو اس کے احسان سے بڑھ کر' یا کم از کم اسی جیسا ہی بدلہ دو۔ اور اگر یہ نہ کرسکو تو کم از کم اس کے احسان کا فراخدلی سے اعتراف ہی کرلو۔ چنانچہ ابوداوٴد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کوئی چیز دی جائے' وہ بقدر استطاعت اُس کا بدلہ دے اور اگر نہ دے سکے تو محسن کی تعریف ہی کرے تو گویا اس نے شکر گزاری کا حق ادا کر دیا' مگر جس نے احسان کو مخفی رکھا اس نے بلاشبہ ناسپاسی کی"

ایک مرتبہ قیصر روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بیش قیمت پوستین بھیجی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دی۔ وہ اسے پہن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس لئے نہیں بھیجی گئی۔ بلکہ اسے اپنے بھائی نجاشی شاہ حبشہ کے پاس تحفہ بھیج دو۔ یہ نجاشی کے اس احسان کا اعتراف تھا' جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک کے طور پر کیا تھا ----- انصار نے' مہاجرین کو اپنے مکانات اور باغات بطور اعانت و احسان دے رکھے تھے' جب مہاجرین کی مالی حالت سدھر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام املاک' انصار کو واپس دلوادیں' لیکن بار بار ان کے احسان کا اعتراف فرماتے ہوئے' ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے انصار سے حوض کوثر پر ملنے کی پیش گوئی فرمائی۔ انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی۔ پھر وصیت فرمائی کہ میرے بعد جو کوئی صاحب حکومت ہو' اس پر لازم ہے کہ انصار کے نیکو کاروں کی نیکیاں قبول کرے اور ان کے غلط کاروں کی غلطیوں سے درگذر کرے۔ غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نو مسلموں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے' اس پر انصار کے بعض نوجوانوں نے دبی دبی زبان میں شکائت کی کہ اسلام کے لئے خون ہمارا بہا اور ایثار مال ہم نے کیا' لیکن انعام و اکرام مکہ کے پرانے دشمنان اسلام لے رہے ہیں۔ اس پر حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا' اس خطبے میں انصار کی خدمات کا اعراف کے بعد فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ مکہ والے نومسلم دولت لے کر جائیں اور تمہیں نبوت و رسالت کی دائمی معیت نصیب ہو۔ اس پر انصار نے اشکبار آنکھوں سے عرض کی کہ حضور! ہم اس سرمدی دولت کے حصول پر نازاں و فرحاں اور پوری طرح مطمئن ہیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسلامی خدمات سورج کی طرح روشن اور واضح ہیں' جنھوں نے انتہائی مشکل حالات میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور اعانت کی' حضور علیہ السلام نے ان کے احسانات کا کھلم کھلا اعتراف فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے لئے جانور ذبح فرماتے تو کچھ گوشت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سہیلیوں کو ضرور بھیجتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زبان رسالت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مسلسل تعریف سن سن کر مجھے رشک ہوا اور میں نے عرض کی کہ حضور تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یوں ذکر فرماتے ہیں' گویا دنیا میں کوئی اور عورت ہے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت میری تصدیق کی' جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور اس وقت میری اعانت کی جب اور لوگوں نے

Marfat.com

مخالفت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسلامی اور دینی خدمات کا ہمیشہ برملا اعتراف اور اظہار فرمایا۔ ایک دفعہ قریش کی شدید مخالفت کے وقت مکہ کے ایک رئیس مطعم بن عدی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی اور اپنی پناہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں لے کر آیا۔ کچھ عرصہ بعد مطعم کا انتقال ہوگیا' غزوہ بدر کے دن جب مکہ کے قیدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو اعتراف احسان کے طور پر فرمایا کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتے اور ان قیدیوں کی سفارش کرتے تو میں بلافدیہ سب کو رہا کر دیتا۔

ایک سفر میں پانی کی نایابی کی بناء پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہ' سے فرمایا کہ کہیں سے پانی کا کھوج لگاؤ' حضرت علی نے دیکھا کہ ایک عورت اونٹ پر پانی کی دو مشکیں لادے چلی جارہی ہے۔ پوچھنے پر اس نے کہا کہ یہاں سے آٹھ پہر کی مسافت سے میں پانی لے کر آرہی ہوں۔ وہ اونٹ کو ہانک کربارگاہ نبوت تک لے آئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے کہا کہ اجازت ہو تو تھوڑا سا پانی لے لیں؟ اس نے کہا کہ تھوڑا سا ہی لینا' میں دور سے لے کر آئی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا پانی مشکوں سے نکال کر خود بھی پیا' اور صحابہ کو بھی پلایا۔ اس کے بعد یوں معلوم ہوا کہ مشکوں کا پانی پہلے سے بھی بڑھ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ لاؤ۔ صحابہ کرام ستو' کھجوریں اور پھل لے آئے' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف احسان کے طور پر اس عورت کے ہمراہ کو دیئے۔ اس کے بعد جب بھی اسلامی لشکر اس عورت کے علاقے میں جنگ آزما ہوتا تو اس عورت کی قوم کے تحفظ کا خاص اہتمام کیا جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور مار آستین کی حیثیت رکھتا تھا' لیکن غزوہ بدر کے مکی قیدیوں کے لئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے فراہم کرنے کا حکم دیا تو قیدیوں میں

Marfat.com

حضرت عباس بھی تھے جو کافی دراز قد تھے' کسی کے کپڑے بھی ان کے تن پر نہ آئے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے جو خود بھی دراز قد تھا' اپنا کرتہ گھر سے منگوا کر حضرت عباس کو پہنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احسان کا بدلہ یوں چکایا کہ عبداللہ ابن ابی کے مرنے پر اپنی چادر مبارک اس کی تکفین کے لئے مرحمت فرمائی۔

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں احسان اور احسان شناسی کی کس قدر اہمیت تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں احسان شناسی کا مکمل ترین عملی نمونہ بار بار ابھر کر سامنے آتا ہے اور ہمیں "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" کا ابدی سبق دیتا ہے۔ ہمیں اسوہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق احسان کا بدلہ عملی احسان سے بھی ادا کرنا چاہیے اور زبانی اعتراف سے بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا کہ جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا' وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اٰمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۰ جنوری ۱۹۸۵ء

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

انعام کے مستحق

"اللہ کا ذکر کرنے والے"

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ

اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیجئے۔ اور صبح و شام تسبیح کیا کیجئے

انسان جسم اور روح سے عبارت ہے' اور ان ہر دو اجزائے ترکیبی کی' بقا و ارتقا کے لئے موزوں غذا کی ضرورت ہے۔ اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا' کہ جسم موزوں غذا کے بغیر نشوونما نہیں پاسکتا' بلکہ زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ انسان اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زندگی بھر تگ و دو کرتا رہتا ہے اسی طرح انسان کی روح میں عبودیت اور پرستش کا جذبہ فطری طور پر رکھ دیا گیا ہے' یہی جذبہ روح کے لئے غذا فراہم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور اس غذا کے بغیر انسان کی روح بے چین و بے قرار رہتی ہے۔ اس بے چینی کا حل کیا ہے؟ بالفاظ دیگر روح کی غذا کیا ہے؟ تو ارواح و اجسام کے خالق نے قرآن مجید میں **اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** فرما کر یہ مشکل حل فرما دی ہے کہ اطمینان قلبی تو صرف اللہ ہی کی یاد سے نصیب ہوتا ہے اور پھر دنیا میں دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں ایک قسم کے لوگ تو وہ ہیں جو اس **اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ** کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور یہ بات جانتے ہیں کہ ہمارا مالک حقیقی اور معبود برحق صرف اللہ ہے۔ اور اللہ کے سوا کسی کو بندگی اور پرستش کا مستحق نہیں مانتے۔ اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنی زندگی اللہ کی نافرمانی میں گزارتے ہیں

اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے قرآن عزیز

Marfat.com

فرماتا ہے **اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ کھڑے بھی بیٹھے بھی' اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں اور زمیوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں' اور پھر کہتے ہیں **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ**○ اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا نہیں کیا' ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں' آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر حال میں یاد خدا میں رہنا چاہیے' اور ہر وقت ذکر الٰہی سے قلوب و اذہان کو جلا بخشنا چاہیے۔

مسلمان چاہے گھر میں ہو یا بازار میں ، دکان میں ہو یا دفتر میں' کھیت میں ہو یا کھلیان میں وہ مزدور ہو یا آجر۔ تاجر ہو یا کسان' کارخانہ دار ہو یا ملازم' کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ "**رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ** کامل ایمان والے بندے وہی ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہو نہ فروخت۔"

کیونکہ جب انسان مالک حقیقی اور معبود برحق سے روگردانی کرتا ہے' تو وہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر گمراہ ہوجاتا ہے اور صراط مستقیم سے دور چلا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ "**وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ**" یعنی جو شخص رحمٰن کے ذکر سے جان بوجھ کر اندھا ہوجائے' ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا "**وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا**" جو اپنے پروردگار سے منہ موڑ لے گا' اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے والے کے لئے عذاب قبر و حشر تو یقینی ہے۔ لیکن دنیا میں بھی وہ شخص ذلیل و خوار ہوگا چنانچہ فرمایا **وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی** جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا' اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی۔ اور روز

Marfat.com

قیامت ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ معلوم ہوا ذکر الٰہی' رضائے الٰہی اور ترقی درجات کا باعث ہے اور اس سے روگردانی' رب کائنات کی نافرمانی اور ناراضگی کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت کو بھی تباہ کرنا ہے۔ حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے۔ اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بلند کرنے والی ہے۔ اور سونے چاندی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بھی بہتر اور جہاد میں دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کریں اس سے بھی زیادہ درجہ رکھنے والی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! ضرور بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا "ذِکْرُ اللّٰہِ"

حضرت ابودرداءؓ ہی سے روایت ہے کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

دنیا میں مصیبتیں جھیلنا صعوبتیں برداشت کرنا' آخرت کے درجات کی بلندی کا سبب ہے' اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا' لیکن اللہ کے ذکر مبارک کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم و گداز بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں جلیل القدر صحابہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ ارشاد فرماتے تھے' جو "جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو اطراف سے گھیر لیتے ہیں' اور رحمت خداوندی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ملائکہ کی محفل میں تفاخر کے طور پر کرتے ہیں۔"

لیکن یہاں اس بات کا پھر بھی ذکر ضروری ہے کہ تمام اعمال صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں تب ان پر اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی' رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے۔ "کہ تم لوگ بخش دیے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئیں۔"

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات قیام و سجود میں گزارتے تھے چنانچہ پائے اقدس متورم ہوجاتے'

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**ما عمل آدم عملاً انجی لہٗ من عذاب القبر من ذکر اللہ**" یعنی اللہ کے ذکر سے بڑھکر' آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے' زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔ اور حضرت ابوداوٗد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسا فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوگا' اور وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے' لوگ ان پر رشک کریں گے' وہ انبیاء و شھداء نہیں ہوں گے' ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال بیان فرما دیجئے' تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ تو فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندان سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں گے۔ اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں گے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ حدیث شریف کا درس دیتے تھے' اور فتاویٰ لکھتے تھے' ان مصروفیات کے باوجود روزانہ بلاناغہ تین سو رکعت نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ ابوبکر بن محمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ چالیس برس تک رات کو بستر سے پیٹھ نہیں لگائی' تمام رات نوافل پڑھتے تھے اور اتنا طویل سجدہ کرتے کہ ان کی پیشانی اور ناک پر سجدوں کا بہت نمایاں نشان پڑ گیا تھا۔

ابوبکر بن عباش کوفی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں' تو فرمایا! بیٹی تم کیوں روتی ہو اے نور نظر میں نے اپنے مکان کے

Marfat.com

صرف ایک کونے میں چوبیس ہزار ختم قرآن کئے ہیں۔ اسی طرح حضرت ثابت بن اسلم بنانی رحمتہ اللہ علیہ رات بھر نوافل پڑھتے اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید تلاوت بھی کرتے' اور ہمیشہ روزہ بھی رکھتے' جب صبح ہوتی تو یہ دعا مانگتے' اے اللہ اگر تو کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے' تو مجھے ضرور یہ توفیق دینا کہ' اپنی قبر میں نماز پڑھتا رہوں۔ القصہ مختصر یاد خدا میں زندگی گزارنے والے ہی انعام ربانی کے مستحق ہیں۔

جو صبح و مسا یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور "وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا" اپنی راتیں سجود و قیام میں گزارتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے صالحین بندوں کے زمرے میں شامل فرمائے' آمین

تاریخ نشر

۱۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء

Marfat.com

”ظاہر و باطن کے تزکیہ“ کا مہینہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

ارشاد خداوندی ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ ”البقرہ“

انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے دین و دنیا کی بھلائی اور ظاہر و باطن کے تزکیہ کے لئے شریعت اسلامیہ نے جو نظام کیا ہے۔ نماز اور روزہ اس کے دو مؤثر ترین وسائل ہیں۔ دونوں عبادتوں کا دائرہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر پھیل جاتا ہے۔ اسلام ایک مسلمان کو جب اس اہتمام کے ساتھ روزہ کے تربیتی میدان میں لا کھڑا کرتا ہے۔ تو سب سے پہلے جس چیز کی تربیت دی جاتی ہے' وہ یہ ہے کہ بندے کے دل میں اس یقین کو راسخ کیا جائے' کہ اللہ جل جلالہ واقعی موجود ہے' وہ عالم الغیب والشہادہ ہے' اس سے کائنات کے ذرے کی کوئی حرکت مخفی نہیں۔ اور یہ کہ وہ یوم جزا کا مالک ہے۔ اور نیکوں کو نیکی اور بروں کو بدی کا بدلہ دینے پر قادر ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے دل میں یہ احساس بھی پیدا ہو کہ وہ خدا کا بندہ ہے' اور اپنے سارے اعمال و افعال کے لئے خدا کو جوابدہ ہے۔

روزہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک مخفی عبادت ہے' ایمان کی پختگی کے لئے تمام عبادات سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ روزہ کے علاوہ کوئی ایسی عبادت نہیں جو دوسروں سے چھپ کر کی جاسکتی ہے۔ نماز' حج' زکوٰۃ وغیرہ تمام ارکان اسلام کا تعلق کسی نہ طرح دوسروں سے ہے۔ لیکن روزہ ہی ایسی عبادت ہے کہ صرف روزہ دار ہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ روزے سے ہے یا نہیں کسی دوسرے شخص کو

Marfat.com

اس کے روزے کا علم نہیں ہو سکتا' اسلام روزے کے ذریعے ہمارے اندر اسی یقین کو پختہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک دن' ایک ہفتہ نہیں بلکہ مسلسل ایک مہینہ تک اس کی ٹریننگ دیتا ہے۔ تاکہ اس مسلسل تربیت سے یہ یقین ہماری خلوت و جلوت کا جزو بن جائے' اور پھر ایک دفعہ یہ تربیت دے کر چھوڑ نہیں دیتا ہے۔ بلکہ ہر سال اس کی تجدید کی جاتی ہے۔ تاکہ دنیا کے ہنگاموں میں' شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر دنیا و دین کی بھلائی اور ظاہر و باطن کے تزکیے سے محروم نہ ہو جائیں۔

قرآن عزیز نے اسی لئے "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" فرمایا' تاکہ تم متقی بن جاؤ تمہارا ظاہر و باطن پاک ہو جائے۔ جب ہم روزے کے فلسفے' فوائد اور اثرات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے بے شمار درجات و اثرات ہیں۔ کھانا پینا اور خواہشات نفسانی یہ حیوانی فعل ہے۔ اس سے جس قدر علیحدگی اختیار کی جائے' اسی قدر قوت غضبانی و شہوانی کا زور گھٹ جاتا ہے۔ روزہ سے انسان حرص و ہوا' طمع و لالچ جیسی لعنت سے نجات حاصل کرلیتا ہے اور اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہو جاتا ہے' اور یہی یقین کامل تزکیہ نفس کے لئے بہترین ہتھیار ہے' اسی لئے حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ صَامَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ" جس نے ایمان و یقین کے ساتھ روزہ رکھا اس کے گناہ معاف کئے گئے" اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے اللہ جل جلالہ اور اس کے ملائکہ کھانے پینے سے پاک ہیں۔ ایک مسلمان میں کم خوری اور خواہشات پر قابو پانے کی وجہ سے ملکوتی صفات سے حصہ ملتا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں روزہ نفس و شیطان سے مقابلہ کرنے کا کامیاب ہتھیار ہے۔ اور ایک حدیث میں نفس کشی کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ نفس امارہ اور شیطان ملعون کو کچلنے کے لئے بہترین ہتھیار ہے۔ شیطان بھوکوں کو کم ستاتا ہے۔ اور بھوک سے نفس امارہ ست

Marfat.com

پڑ جاتا ہے ' پر خوری متعدد امراض کا موجب ہے اور کم خوری صحت کی ضامن ہے' روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے' نفس و شیطان پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا' کوئی آدمی کسی مصیبت زدہ سے سچی ہمدردی نہیں کرسکتا جب تک وہ خود مصیبت میں گرفتار نہ ہوچکا ہو' ایک آسودہ حال اور عیش پسند آدمی کسی مفلس اور نادار کی حالت زار کو کیسے جان سکتا ہے' روزہ کی بھوک و پیاس امراء کو غرباء کی حالت کا احساس دلاتی ہے۔ اور اس طرح صدقات و خیرات سے غرباء و مساکین سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ بھوک و پیاس کی تکلیف برداشت کرنے کی وجہ سے انسانی صبرو استقلال کا خوگر بن جاتا ہے۔ اور ایک ماہ کی مسلسل مشق سے مسلمان عبادت اور ریاضت کا عادی بن جاتا ہے جو جسمانی و روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہیں۔ روزہ سے مسلمان قناعت پسند ہو جاتا ہے۔ سارا دن کی بھوک پیاس سے افطاری کے وقت جیسا بھی کھانا نصیب ہو اس پر قناعت کرتا ہے۔ جس سے ایک مسلمان کی اخلاقی اقدار اجاگر ہوتی ہیں۔ اور صبرو قناعت کی نعمت سے بھی مالا مال ہوجاتا ہے۔ طب نبوی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب تک سچی بھوک نہ لگے کھانا نہیں کھانا چاہیے' روزہ دار کو دن بھر کی بھوک پیاس سے سچی پیاس اور بھوک لگتی ہے' اور اس حالت میں غذا جزو بدن بن کر صحت و طاقت کے افزائش کرتی ہے۔ اور قویٰ انسانی کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس طرح ہم کہنے میں حق بجانب ہیں کہ روزہ صحت کا محافظ بھی ہے۔

ظاہر و باطن کے تزکیے کیلئے اخلاق حسنہ کا ہونا ضروری ہے روزہ سے بردباری اور نرمی کی عادت پیدا ہوتی ہے اور تکلیف و مصیبت سے بہتر کوئی مشق نہیں' روزے سے انسان منکسر المزاج اور بردبار بن جاتا ہے' اس کے تکبر و غرور میں کمی آجاتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ روزہ دار سحری و افطاری کے وقت اللہ کی نعمتوں سے

Marfat.com

سرفراز ہو کر سچے دل سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس طرح ایک مسلمان صابر و شاکر بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ دار کا سونا جاگنا اور خاموش رہنا بھی عبادت ہے۔ تو ایک مہینہ روزہ دار کے لئے ہر لمحہ رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اور وہ سو بھی رہا ہو تو قسمت جاگ رہی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔روزہ دار کی سحری و افطاری کے وقت مانگی گئی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔ اور روزہ میدان محشر میں روزہ دار کی سفارش کرے گا۔ معلوم ہوا روزہ ظاہر و باطنی تزکیہ کے ساتھ ساتھ دنیا و اخروی بھلائی کا ضامن بھی ہے۔

تزکیۂ نفس کے لئے عبادت اور تلاوت قرآن سونے پر سہاگے کا کام دیتے ہیں۔ دن بھر کے کام کاج اور معمولات میں مشغول رہنے کے بعد مومن بندہ رات کو تھکا ہارا محو خواب نہیں ہو جاتا بلکہ رضائے الٰہی کے لئے رات کو قیام کرتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت و سماعت بھی کرتا ہے راتوں کا قیام و عبادت مسلمان کو مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیتی ہے۔ اور اس ایک مہینہ کی مسلسل جدوجہد مسلمان کو عابد اور زاہد بنا دیتی ہے۔ الغرض روزہ ایک ایسی عبادت ہے۔ جس سے طہارت و پاکیزگی، طہارت فکر، طہارت غذا و طعام، طہارت جسم و روح حاصل ہوتی ہے اور بجا طور پر کہا جاسکتا ہے روزہ سے بہتر ظاہری و باطنی بھلائی کے لئے کوئی عبادت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ماہ رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تاریخ نشر: رمضان مبارک ۱۹۸۸ء

Marfat.com

روزہ اخوت و مساوات کا داعی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "ھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّآخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری عشرہ آگ سے آزادی ہے۔"

انسان کی اخلاقی و روحانی تربیت کیلئے شریعت اسلامیہ نے جو نظام قائم کیا ہے، نماز اور روزہ اس کے دو مؤثر ترین وسائل ہیں۔ دونوں عبادات کا تعلق انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی ہر دو حصوں سے ہے۔ اس لئے ان کے اثرات، زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر پھیل جاتے ہیں۔ بعض اعتبار سے روزے کے تربیتی اثرات کا حلقہ دیگر تمام عبادات حتیٰ کہ نماز تک کے مقابلے میں زیادہ قوی اور وسیع معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ حقیقت جان لینی چاہیئے کہ اسلام میں ایک مسلمان کو صبح سے شام تک بھوکا اور پیاسا رکھنا مقصود نہیں بلکہ شریعت اسلامی کا روزہ کسی ارفع و اعلیٰ منزل کی طرف لے جانے کا ایک ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **وَمَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ** "یعنی جس شخص نے جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے پرہیز نہ کی تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔"

گویا روزے کا مقصد صرف بھوک و پیاس نہیں بلکہ قرآن عزیز نے صاف صاف بتا دیا ہے۔ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔** "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے

Marfat.com

لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ!

اس تیس روزہ پروگرام کے دوران ایک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنی جسمانی و روحانی اصلاح، ظاہری و باطنی جلا کیلئے جدو جہد کرتا ہے۔ تو اس کے دل میں جہاں اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ایمان کامل اور یقین محکم نصیب ہوتا ہے۔ وہاں اس کے اخلاقی اقدار کی بھی تکمیل ہوتی ہے۔ حقوق العباد کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور روزہ ایک واحد ذریعہ ہے جس سے بھوک، پیاس اور ترک راحت، کا عملی تجربہ کر کے، ان شدائد اور محرومیوں کا احساس کرتا ہے، جس سے مفلوک الحال طبقہ گزر رہا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے سے ملت اسلامیہ میں محبت و الفت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ مساوات محمدیہ کا عملی نمونہ سامنے آتا ہے۔ اور محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

اسلام میں روزہ جس اجتماعی شان سے رکھا جاتا ہے۔ اس کی مثال کسی مذہب میں نہیں ملتی، رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی کروڑوں انسان روئے زمین پر اپنی روزمرہ زندگی کے طور طریقے بدل دیتے ہیں۔ دن کو حکم خداوندی کا احساس مسلسل رات کو نماز تراویح، قرآن حکیم کی صداؤں کی گونج، اور پھر پچھلی رات کو سحری کھانے کے بابرکت طریقے کے باعث شب بیداری، یہ پیارا اور پاکیزہ ماحول، مسلسل ایک ماہ تک نور افشانی کرتا ہے۔ جس میں ہر گورا و کالا، عربی و عجمی، شہری و دیہاتی، امیر و غریب، عورت و مرد، شامل ہوتا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صوم رمضان کا پروگرام، مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کا یہ کورس مسلم معاشرے کو نیکی، پاکیزگی، تقویٰ، طہارت، ہمدردی، حسن خلق، حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق النفس وغیرھم کی کن اعلیٰ منزلوں تک لے جاتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ روزہ وہ عبادت ہے کہ جس سے مسلمان کو رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے، حلال و حرام کی تمیز حاصل ہوتی

Marfat.com

ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ پیدا ہوتا ہے۔ گویا روزہ خالق و مخلوق کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔ تو مخلوق سے مخلوق کی دوریوں کو بھی ختم کرتا ہے۔ روزہ جہاں قوت غضبانی و شہوانی کا زور کم کرتا ہے وہاں حرص، طمع، لالچ جیسی برائیوں سے بھی بچاتا ہے ایک مسلمان کو روزے کی حالت میں بھوکا پیاسا رہ کر تزکیہ نفس کا حصول ہوتا ہے تو غرباء، مساکین میں اپنا مال خرچ کر کے طہارت مال کی سعادت بھی حاصل کرلیتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مقدس میں ہے۔ **"مَنْ صَامَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ"** جس مسلمان نے ایمان و یقین کے ساتھ روزہ رکھا، اس کے گناہ معاف کئے گئے۔

ایک مسلمان میں کم خوری، اور خواہشات پر قابو پانے کی وجہ سے لطافت پیدا ہوتی ہے اور وہ ملکوتی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ روزہ نفس و شیطان سے مقابلہ کرنے کا کامیاب ہتھیار ہے۔ بھوک سے نفس امارہ ست پڑ جاتا ہے، پر خوری متعدد امراض کا موجب ہے جبکہ کم خوری صحت کی ضامن ہے۔ زیر نظر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کا اول عشرہ رحمت ہے درمیانی عشرہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی کا پیغام ہے۔ یعنی جب بندہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا تو رحمت الٰہی مستحق ٹھہرے گا اور رحمت الٰہی کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے بندے کے گناہ معاف کر دئے جائیں اور جس بندے کے گناہ معاف ہو گئے وہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ" روزہ دوزخ سے بچانے کیلئے ڈھال ہے، جب تک تو اسے پھاڑ نہ دے" یعنی روزہ صرف بھوک و پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں بلکہ تمام اعضائے بدنی کا روزہ ہو تب روزہ کامل ہے۔ زبان لغویات سے بچے۔ آنکھ کان ہاتھ پاؤں سے خلاف شرع حرکات و سکنات نہ ہوں قلب و نظر۔ ذہن و افکار نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ تو وہ روزہ کامل روزہ ہے۔

Marfat.com

اور ایسا روزہ باعث اجر و ثواب ہے۔ محشر میں بخشش و مغفرت کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی لئے رسول اکرم رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ** محشر میں روزے اور قرآن مجید مومن کیلئے اللہ کے حضور سفارش کریں گے۔ قرآن عزیز نے روزے کا مقصد **لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ** فرمایا۔ اسلام ہر مسلمان کو متقی بنانا چاہتا ہے۔ تقویٰ کی راہ میں جو چیزیں حائل ہیں ان میں سے زیادہ طاقتور چیز نفس انسانی ہے' اور نفس کے پاس مؤثر ترین طاقت اس کی خواہشات ہیں۔ نفس اپنی خواہشات کے زور پر انسان کو اپنے چنگل میں جکڑ لیتا ہے۔ اگر ان خواہشات پر قابو نہ پایا جائے تو انسان حیوان بلکہ اس سے بھی بد تر شکل اختیار کر لیتا ہے' چنانچہ اسلام نے مسلمان کو اسی پستی کی گڑھے سے نکالنے کیلئے ماہ صیام مقرر فرمایا' روزے کے ذریعے نفس انسانی اور خواہشات انسانی پر قابو پایا جا سکتا ہے' قرآن حکیم نے فرمایا **وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی** یعنی جو شخص اپنے رب سے ڈرا اور اپنی خواہشات کو روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ معلوم ہوا متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے رب سے ڈرے اور حصول تقویٰ کیلئے روزہ ایک اہم عبادت ہے۔

الغرض روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے طہارت و پاکیزگی۔ ظاہری و باطنی فیوض و برکات۔ دنیوی و اخروی سعادت' قناعت و صبر' عجز و نیاز۔ احساس و ہمدردی۔ اخوت و مساوات جیسی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کے اس باسعادت مہینے سے مستنیر و منور فرمائے اور ہمارے معاشرے کو سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

Marfat.com

تاریخ نشر ۸ رمضان المبارک ۱۹۸۹ء

پروگرام رمضان المبارک ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

فیضان رمضان اور دعا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ عِزَّتِیْ لَاَ نْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ

"رواہ الترمذی"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔

(۱) روزہ دار کی جب وہ افطار کر رہا ہو۔ (۲) انصاف پسند بادشاہ کی۔ (۳) مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ اوپر اٹھالیتا ہے اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھے میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا' اگرچہ کچھ دیر بعد ہی سہی۔"

مذکورہ بالا حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی' روزہ دار مسلمان کی بوقت افطار' عادل حاکم اور مظلوم کی۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس سے دعا کریں اور کریم و رحیم رب ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔ لیکن دعا کی قبولیت کا راز اس بات میں مضمر ہے' کہ انسان قرب الٰہی حاصل کرے' جو جتنا مقرب ہو گا۔ اتنا ہی جلد اس کی دعا قبول ہو گی' لہٰذا ہمیں یہ بات پہلے ذہن نشین کرنی چاہیے کہ وہ کون سے امور ہیں جن سے انسان کو قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے' قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے' کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی جتنی عبادت و اطاعت کرتا ہے' اور وہ عبادت صرف "لوجہ اللہ" یعنی رضائے الٰہی کیلئے ہوتی ہے۔ تو اتنا ہی وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول و مقرب ہوتا ہے۔ نماز روزہ کی پابندی کرنا۔ حج و زکواۃ

Marfat.com

کی توفیق ہو تو ادا کرنا' حلال و حرام کی تمیز کرنا' حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ کرنا' حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنا' علی ہذ القیاس ہر وہ کام کرنا جو ازروئے شریعت جائز ہو اور ہر اس فعل سے بچنا جو شریعت محمدیہ میں ناجائز ہو یہ سب اطاعت ہی کا بجا لانا ہے' اور اس کے ذریعے ایک مسلمان اپنے خالق و مالک حقیقی کی بارگاہ میں مقرب بنتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ یوں سمجھئے کہ وہ غلام اپنے مالک کی نظروں میں مقرب و محبوب ہوتا ہے۔ جو زیادہ فرمانبردار ہو' اسی طرح وہ شاگرد اپنے استاد سے انعام و اکرام حاصل کرتا ہے۔ جو زیادہ محنتی وقت کا پابند اور استاد کا مؤدب ہو' بلا تمثیل وہ بندہ جو اپنے رب کریم کے فرائض کا پابند ہو' اس کے احکام کا کماحقہ عامل اور اس کا اطاعت گزار و فرمانبردار ہو وہی اس کا مقرب و محبوب بندہ ہو گا' اور اس کا مطیع ہونا اس کی دعا کی اجابت کا موجب بنے گا' جیسے حدیث قدسی میں سرور کائنات نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے **وَاِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ** اگر میرا مقرب بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے' تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔ **وَلَئِنْ اَسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ** اگر میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ جب بھی مومن عبادت الٰہی سے فارغ ہوتا ہے' تو دعا کی جاتی ہے۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے **اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ** دعا عبادت کا مغز ہے دوسری جگہ فرمایا **اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ** دعا خود عبادت ہے۔ روزہ دار کو یہی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ وقت افطاری دعا کر لے اس کی دعا کو رد نہیں کیا جائے گا۔

حدیث مذکورہ کے مطابق دوسرا آدمی "حاکم عادل" ہے' جس کی دعا رد نہیں کی جاتی قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے' **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ** اللہ تعالی تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے' کیونکہ عدل سے حقوق انسانی کا تحفظ ہوتا ہے' حضور نبی اکرم نور مجسم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں' جن کے فیضان کرم سے دوست ہی نہیں دشمن بھی بہرہ یاب ہوئے' آپ کا

Marfat.com

ابر احسان اپنوں ہی کو نہیں بیگانوں کو بھی سیراب کرتا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی رحمت و شفقت اور عدل و احسان کا عدیم المثال شاہکار ہے۔ عدل و انصاف معاشرتی زندگی میں توازن پیدا ہوتا ہے' جب بادشاہ اپنی رعیت سے عدل و انصاف سے معاملہ کرے گا تو رعیت خود عدل و انصاف کی راہ پر گامزن ہو جائے گی۔

زیر نظر حدیث کے آخری حصے میں فرمایا کہ اللہ تعالی مظلوم کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔ مظلوم کی دعا فضاؤں کو چیرتی ہوئی عرش معلی تک باریابی کا شرف حاصل کرتی ہے' اور قبولیت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے "**اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا**" تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" تو ایک صحابی نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم ہونے کی صورت میں تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کر سکتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسے ظلم کرنے سے روک دے یہی اس کی مدد کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا **اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ** مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یارو مددگار چھوڑتا ہے۔ دنیا و آخرت میں مظلوم کی فریاد سنی جائے گی اور اس کے مقابلہ میں ظالم دنیا و عقبیٰ میں ذلیل و رسوا ہوگا

۱۲ اپریل ۱۹۹۰ء

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

"حکمت کے موتی"

شافع محشر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ علٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصِّیَامُ وَ الْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ' یَقُوْلُ الصِّیَامُ یَارَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَ الشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَ یَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن مومن کے لئے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا' تو اے میرے رب اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات سونے سے روکا اے اللہ اس شخص کے بارے میں سفارش قبول فرما۔

فطرت انسانی تضاد کا مجموعہ ہے' کبھی اس کے دل کی دنیا میں عاجزی و انکساری کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو کبھی جذبہ غضب و غصہ غالب آتا ہے۔ کبھی عشق و مستی میں پروانے کی طرح دیوانہ وار پھرتا اور قیس کی طرح صحرا نوردی کرتا ہے اور کبھی رحم و کرم اور محبت و شفقت کے جذبے سے معمور ہوتا ہے۔ انسانی جذبات کی حقیقی اصلاح کے لئے رب العالمین نے کچھ ایسی عبادات مقرر فرمائی ہیں جن کو بجا لانے سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے تو جذبات کی تسکین بھی میسر آتی ہے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے' اس نے انسان کو' عبادات کا ایسا حسن اور جامع گلدستہ عطا کیا ہے' جن کی خوشگوار مہکوں سے قلب و روح اپنے

Marfat.com

رب حقیقی کی اطاعت سے معطر ہوتے ہیں، تو قلبی جذبات کو بھی سکون حاصل ہوتا ہے۔

ایک بندہ مومن عجز و انکساری کا اظہار اہم عبادت نماز سے کرتا ہے، سجدہ ریز ہو کر اپنے رب کی کبریائی اور اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتا ہے۔ جذبہ غضب و غصہ، جوش و مستی کا اظہار عبادت جہاد سے کرتا ہے۔ جنون و عشق اور صحرا نوردی کے جذبے کو اپنے اہل و عیال، وطن و ملک سے دور مکہ مکرمہ کی وادیوں میں، گلے میں کفن ڈالے، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صداؤں سے تسکین دیتا ہے رضائے معبود حقیقی کی خاطر مصائب و تکالیف برداشت کرنے اور خوردو نوش اور دیگر خواہشات کو ترک کرنے کے جذبے کو ایک بندہ مومن روزے سے پورا کرتا ہے۔

الغرض نماز، حج، جہاد، روزہ تسکین قلب و جان ہے تو رضائے محبوب حقیقی کا سامان بھی ہے۔ اسلامی معاشرے میں توازن برقرار رکھنے کے لئے روزہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرتی زندگی میں غریبوں، مفلسوں کی دستگیری کی جائے مسکینوں اور یتیموں کی خبرگیری رکھی جائے۔ مجبور و لاچار لوگوں کی چارہ گری کی جائے، اگرچہ انسان فطری طور پر دوسرے کی تکالیف کا احساس کرتا ہے مگر جب وہ خود مصائب کے دور سے گزرے تو اسے اس کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے آدمی بھوک پیاس برداشت کرکے بے بس و بے کس، مفلس و نادار لوگوں سے شفقت و محبت سے پیش آتا ہے۔

روزہ ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں جسم انسانی کے لئے صحت کا راز بھی پوشیدہ ہے تو روح انسانی کی جلا کا سامان بھی موجود ہے۔ اسلامی عبادت کا ایک اہم رکن جہاد ہے ایک مسلمان مجاہد بے آب و گیاہ میدانوں اور لق و دق صحراؤں میں کفر کی چٹانوں سے ٹکراتا ہے۔ مگر عزم جہاد کے لئے اور مجاہدانہ روح

Marfat.com

کے جذبے کو ابھارنے کے لئے خواہشات کو ختم اور بھوک پیاس کی شدت کو برداشت کرنا پڑتا ہے اسلام نے سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کئے تاکہ ہر مسلمان اس ماہ صیام میں ضبط نفس اور بھوک پیاس برداشت کرکے جہاد کی تیاری کی مشق کرے۔

جس طرح روزہ بھوک و پیاس سے بدن کے غلیظ مادوں کو جلاتا ہے۔ اسی طرح روزہ سے روح انسانی کو جلا حاصل ہوتی ہے۔

روزہ باعث اجر و ثواب ہے تو محشر میں مغفرت و بخشش کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ" روزہ دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لئے ڈھال ہے۔ روزے کا مقصد قرآن عزیز نے حصول تقویٰ فرمایا ہے۔ اسلام ہر مسلمان کو متقی بنانا چاہتا ہے۔ تقویٰ کی راہ میں جو چیزیں حائل ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ طاقتور چیز نفس انسانی ہے۔ اور نفس کے پاس موثر طاقت اس کی خواہشات ہیں۔ نفس اپنی خواہشات کے زور پر انسان کو اپنے چنگل میں جکڑنا چاہتا ہے' اگر ان خواہشات پر قابو نہ پایا جائے تو انسان حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر شکل اختیار کرجاتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کو اس پستی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے روزہ فرض فرمایا ہے۔ روزے کے ذریعے نفس انسانی اور خواہشات انسانی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ قرآن عزیز نے فرمایا۔

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی" یعنی جو شخص اپنے رب سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ معلوم ہوا کہ متقی وہ ہے اپنے رب سے ڈرے لہٰذا حصول تقویٰ کے لئے روزہ ایک مؤثر عبادت بھی اور روز محشر شفاعت کرنے والا شافع بھی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نصیب فرمائے' امین

Marfat.com

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

۱۴ اپریل ۱۹۹۰ء

ماہ رمضان المبارک پروگرام سحری ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

روزہ اسلامی تہذیب کا آئینہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔ (البقرہ)

ترجمہ : اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اسلام نے معاشرے میں توازن برقرار رکھنے کے لئے مختلف ضابطے مقرر کئے ہیں' ارکان اسلام بلکہ جملہ عبادات دراصل وہی اصول و ضوابط ہیں جو ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی اصلاح کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی تہذیب میں انسان کو اللہ کا خلیفہ اور نائب قرار دیا ہے اور روئے زمین پر خلیفہ ہونے کے ناطے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جس کا خلیفہ و نائب ہے' اس کی خوشنودی حاصل کرے اور فرمانبردار و فرض شناس بندہ بن کر اس کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ اسی تصور حیات کا دوسرا نام اسلامی تہذیب ہے۔ تہذیب کے لغوی معنی کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے ہیں۔ اور اصطلاح میں طرز زندگی اور طریق معاشرت کو تہذیب کہا جاتا ہے۔ ہر قوم ایک مخصوص طرز زندگی اور جداگانہ عادات و اطوار کی حامل ہوتی ہے' جو اسے دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام دین فطرت اور دین حق ہے' اور دنیا کے تمام ادیان سے اعلیٰ و ارفع اور جملہ خصوصیات و محاسن کا منبع ہے' انسان کی اخلاقی و روحانی تربیت' دین و دنیا کی بھلائی' ظاہر و باطن کے تزکیہ اور معاشرتی زندگی میں اسلامی تہذیب کی ترویج کے لئے' شریعت اسلامیہ نے جو نظام قائم کیا ہے۔ نماز' روزہ' حج زکوٰۃ' وغیرہ اس کے موثر ترین وسائل ہیں۔ جملہ عبادات کا دائرہ زندگی کے انفرادی و اجتماعی دونوں پہلوؤں پر پھیل جاتا ہے۔ لیکن جملہ عبادات میں روزہ

Marfat.com

امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہ وہ تربیتی کورس ہے۔ جس کا تعلق صرف بندے اور رب کے درمیان ہے۔ بالفاظ دیگر یہ وہ مخفی عبادت ہے جس کے ذریعے محب صادق اپنے محبوب کے حضور ایک خاموش نذرانہ پیش کرتا ہے ایک بندہ اپنے آقا کی فرمانبرداری میں خوردو نوش اور جملہ خواہشات نفسانی کو ترک کر دیتا ہے۔ مخلوق اپنے خالق حقیقی کی اطاعت میں اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کی صفات سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اسی لئے سب سے پہلے ایک مسلمان کو جس چیز کی تربیت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے دل اس یقین کو راسخ کیا جائے کہ اللہ عز و جل واقعی موجود ہے۔ وہ "عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ" یعنی پوشیدہ اور حاضر سب کو جانتا ہے' اس سے کائنات کے ذرے کی کوئی حرکت بھی مخفی نہیں اور وہی نیکوں کو نیکی اور بروں کو بدی کا بدلہ دینے پر قادر ہے اور انسان اپنے تمام اعمال و افعال کے لئے خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ روزہ ان تمام باتوں پر یقین رکھنے کا عملی ثبوت ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد مقدس ہے۔ "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی ایمان و یقین کے ساتھ رمضان کے روزے رکھنے والے مسلمان کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کفارہ گناہ۔ تزکیہ نفس' ترقی درجات کے ساتھ روزہ اسلامی تہذیب کا آئینہ دار بھی ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لئے اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہونا ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں پورے مہینے کے روزے رکھنے سے مسلمان میں بردباری' نرمی پیدا ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان کے بارے میں فرمایا شَھْرُ الصَّبْرُ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُہٗ الْجَنَّۃَ یعنی یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا اجر جنت ہے گویا روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس سے ضبط نفس اور قوت برداشت پیدا' ہوتی ہے جس سے معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! "شَھْرُ الْمُوَاخَاۃِ" یعنی ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے۔

Marfat.com

نفسیاتی طور پر آدمی کسی کی تکلیف کا اس وقت' احساس کرتا ہے' جو ان صعوبتوں سے دو چار ہوا ہو' ناز و نعم سے پلا ہوا شخص اور عمر بھر شکم سیر آدمی کسی مفلس و نادار کی مجبوری کا کب ادراک کرسکتا ہے۔ رمضان المبارک ہی وہ عزت و عظمت کا مہینہ ہے' جس سے غرباء و مساکین کی غربت و مفلسی کا احساس ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہر مسلمان روزے دار' کے دل میں دکھی انسانیت کے ساتھ ہمدردی و غم گساری اور بے کس و بے بس لوگوں کے لئے جذبہ تراحم' سکون' باہمی محبت و الفت' شفقت و مودت کے پھول کھلتے ہیں' نفرتوں کے سیاہ بادل چھٹ جاتے ہیں' اور معاشرہ اسلامی تہذیب کا گہوارہ بن کر جنت ارضی کا سماں پیش کرتا ہے۔ پورے معاشرے کا مقررہ وقت پر کھانا پینا' نماز و تلاوت کی پابندی خواہشات نفسانی سے اجتناب' ذکر و اذکار کی کثرت' تزکیہ نفس یہ اخلاق حسنہ کی تکمیل اور تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اسی لئے قرآن عزیز کا ارشاد ہے **یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔** اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

تقویٰ کا مادہ "وقیا" ہے۔ جس کے معنی ہیں بچانا یا محفوظ کرنا' تقویٰ کے لغوی معنی اپنے کو تکلیف نقصان یا مصیبت سے بچانا محفوظ کرنا۔ اصطلاح شرح میں اس کا مفہوم ہے' خدا کے خوف سے اپنی حد کے اندر رہنا' کسی پر زیادتی نہ کرنا' قرآن حکیم میں خوف خدا کے لئے خشیت کا لفظ بھی آیا ہے مگر تقویٰ کے لفظ میں زیادہ وسعت ہے۔ کلام الٰہی میں تقویٰ کے مقابلے میں جو لفظ آیا ہے وہ عدوان ہے۔ عدوان کے معنی ہیں اپنی حد سے باہر نکل جانا ہیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تقویٰ کی تعریف بتایئے' انہوں نے پوچھا آپ کبھی خاردار رستے پر چلے ہیں' فرمایا ہاں! پھر پوچھا آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' "میں نے بچاؤ کیا اور

Marfat.com

کپڑے سمیٹ کر چلا گیا' حضرت کعب نے کہا یہی تقویٰ ہے۔ اسلامی تعلیمات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تقویٰ تمام نیک ارادوں' صالح' نیتوں اور جملہ اعمال کا مدار ہے۔ تقویٰ یعنی خوف خدا نہ ہو تو نیت و ارادہ پر کوئی بندش نہ رہے اور یہ خود پرستی اور فساد انگیزی کے شعبدے دکھانے لگے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ نے حضور اکرم رحمت عالم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے' حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے جواب دیا' میں تمہیں تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی ابتداء ہے'

ایک صحابی نے امام الانبیاء علیھم الصلواۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے' مجھے کچھ زاد راہ عنایت فرمائیے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا زاد راہ دے۔ ارشاد ربی ہے۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" تم میں سے سب سے زیادہ صاحب عزت و افتخار اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ ہی تمام اخلاقیات اور عبادات کی روح ہے۔ تقویٰ کے کچھ تقاضے ہیں۔ ا اللہ کا خوف ۲۔ حدود کو سمجھنا ۳۔ مشکوک چیزوں سے بچنا ۴۔ دوسروں کے حقوق کی پاسداری ۵۔ عدل و انصاف ۶۔ ایفائے عہد۔

چنانچہ رمضان المبارک میں ایک بندۂ مومن اللہ کے خوف سے دن بھر بھوک و پیاس برداشت کرتا ہے' حلال و حرام میں تمیز کرتا ہے' بلکہ بحکم خداوندی حلال چیزوں سے بھی منہ موڑ لیتا ہے' اللہ کی ذات پر کامل ایمان و یقین سے متوکل علی اللہ ہو جاتا ہے' لالچ طمع' ناجائز منافع خوری' ملاوٹ' چور بازاری ذخیرہ اندوزی' لوٹ مار' ظلم و زیادتی سے بچ جاتا ہے' اپنی حدود کو سمجھتا ہے' دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ عدل و انصاف سے کام لیتا ہے' اور اللہ کے احکام کی بجا آوری میں حقوق اللہ پورے کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح مسلمان مومن کو روزہ متقی بننے کی ٹریننگ دیتا ہے۔

Marfat.com

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بلاشبہ روزہ اسلامی تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل مومن و متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

تاریخ نشر: رمضان مبارک ۱۹۹۲ء

Marfat.com

غزوہ بدر

(جبلِ نور سے جبلِ رحمت تک)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوااللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ "صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ"

ترجمہ: اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ نے میدان بدر میں' حالانکہ تم بالکل کمزور تھے پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم شکر ادا کرسکو! آل عمران ۱۲۳

ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا' اس غزوہ کو غزوہ بدر کبریٰ اور غزوہ بدر عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔ بدر ایک بستی کا نام ہے۔ جو بدر مخلد بن نضر بن کنانہ سے منسوب ہے۔ یا یہ بستی بدر بن حارث سے منسوب ہے' جس نے یہاں کنواں کھودا تھا' حضور علیہ الصلواۃ و سلام کے تمام غزوات میں یہ عظیم غزوہ ہے۔ کیوں کہ اس کے ذریعے دین کی عظمت و شوکت روشن ہوئی' اور اسلام کا ناموس تاباں ہوا۔ اس دن کو "یوم الفرقان" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس دن حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز رونما ہوا۔ قرآن عزیز نے "یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ" کے نام سے بھی یاد فرمایا' مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور کافر اس دن جمع ہوئے۔ مدینہ طیبہ سے تقریباً" بیس میل کے فاصلے پر اسلام اور کفر کی پہلی ٹکر ہوئی' ہجرت کا دوسرا سال تھا' جمعہ کا دن اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی' مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی جبکہ کفار کا لشکر ہزار کے قریب تھا' باران رحمت کا نزول ہوا۔ پوری وادی جل تھل ہوگئی۔ سب پانی سے سیراب

Marfat.com

ہوئے وضو کیا غسل کیا۔ مشکیزے بھرے۔ اونٹوں کو پلایا۔ ریگستانی زمین پتھر بن گئی اور کفار کی پتھریلی زمین کیچڑ بن گئی۔ شیطان کا وسوسہ جاتا رہا۔ قرآن عزیز نے فرمایا۔ "**وَنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ**" اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس سے تم پاکی حاصل کرو۔ اور حق تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطان کا وسوسہ دور فرما دے۔

میدان کارزار گرم ہوا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب نصرت کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ پھیلائے اور عرض کی "اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما۔ اگر مسلمانوں کا مختصر گروہ آج ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔" محویت کا یہ عالم تھا کہ دوش مبارک سے چادر گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی دعا قبول ہوئی' اور دنیا نے دیکھا کہ چند سرکف مجاہدین نے کفر کو ایسی شکست دی جس کے بعد وہ سنبھل نہ سکا۔ اپنی قلت و بے سروسامانی کے باوجود مسلمان بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے' کہ اسی اثنا میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کرز بن جابر اپنی فوج لے کر آرہا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو تشویش ہوئی۔ اس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کرز اپنی جمعیت کے ساتھ آرہا ہے تو وہ تمہاری امداد کے لئے تین ہزار فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں۔ اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لو تو یہ تعداد پانچ ہزار ہوجائے گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان سے صحابہ کے حوصلے بلند ہوئے یوں رب العلمین نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ کفار کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے۔ انہیں ایسی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا وہ اس سے پہلے تصور بھی نہیں کرسکتے تھے

کفار کا لشکر مکہ سے اس عزم کے ساتھ نکلا کہ اب اس دنیا میں ہمارے

Marfat.com

ہاتھوں سے مسلمانوں کو کوئی نہیں بچا سکتا اور شمع توحید و رسالت کو بجھا کر ہی واپس لوٹیں گے مگر "جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون"؟

دشمنان اسلام کی خواہش تھی کہ ہم شجر اسلام کی بیخ کنی کر کے واپس جائیں گے تاکہ ہماری عظمت و شوکت کا غلغلہ ہر طرف قبائل عرب میں پھیل جائے۔ مگر قانون قدرت یہ ہے' اور اصولِ فطرت یہ ہے کہ کامرانی صرف حق کے قدم چومتی ہے باطل ہمیشہ منہ کی کھاتا ہے' بدر کے میدان میں جہاں کفار نے پڑاؤ کیا تھا' اس جگہ پانی تھا جسکو انہوں نے قبضہ میں کر رکھا تھا' ادھر مسلمان جس جانب اترے تھے وہ ریگستان تھا' پانی بھی نہیں۔ شیطان نے اپنا ہر حربہ استعمال کیا مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم حق پر ہو اور خدا کا نبی تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم خدا کے محبوب ہو۔ حالانکہ تمہارے دشمنوں نے پانی پر قبضہ جما رکھا ہے۔ تم پیاس سے جاں بلب ہو۔ وہ تمہارا انتظار کررہے ہیں۔ آگے بڑھ کر دیکھو تو سہی وہ تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ مگر رب العالمین نے رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اسلام اور مسلمان کو عروس کامرانی سے ہمکنار فرمایا اور کفر کو شکست و پامال کرکے ذلیل و خوار بنایا' حالانکہ مسلمان تعداد میں کم اور دشمنان دین کی تعداد زیادہ تھی' اور کفار مکہ جنگ کے پورے سازو سامان سے لیس ہو کر اتراتے اور تکبر کرتے آئے تھے' مگر رب العالمین نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی' اور اپنے دین کو قوت عطا فرمائی۔ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ جماعت انصار بھی تھی' اس سے پہلے کسی غزوہ یا سریہ میں انصار نے شرکت نہ کی۔ مسلمانوں کے پاس صرف تین گھوڑے' ستر اونٹ' چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں۔ دوسری طرف لشکر کفار پوری شان و شوکت اور کرو فر سے میدان بدر میں اترا۔ اس کے سوار اور پیادہ زرہ پوش تھے۔ ان کے ہمراہ گانے والی عورتیں اور آلات طرب بھی تھی' جس پانی کے کنارے پڑاؤ کرتے' مسلمانوں پر زبان طعن

Marfat.com

دراز کرتے اور اپنی برتری کا اظہار کرتے۔

بدر کاواقعہ مسلمانوں کے بغیر قصد و ارادہ اور منصوبہ بندی کے واقع ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان اس جنگ کے لئے پہلے سے تیار نہ تھے، وہ تو قریش کے اس بڑے قافلے کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے نکلے تھے جو شام سے ابوسفیان کی قیادت میں آرہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے رب مسلمان پیادہ ہیں اپنے فضل سے انہیں سوار کر، یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیری عطا فرما انہیں لباس کی ضرورت ہے لباس دے۔ یہ فقیر ہیں انہیں تونگری دے۔ چنانچہ جب مسلمان واپس مدینہ منورہ لوٹے تو مجاہدین میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس بکثرت مال وزر اور اونٹ نہ ملے ہوں۔ یوں رب العالمین نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ کفار کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے۔ اور انہیں ایسی شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کا وہ اس سے پہلے تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ غزوہ بدر تاریخی اعتبار سے مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان فیصلہ کن معرکے کے حیثیت رکھتا ہے جس نے ایک طرف مسلمانوں کے عزم و استقامت اور یقین و ایمان کو اپنے نقطہ عروج پر پہنچا دیا۔ تو دوسری جانب دشمنان اسلام کو یہ باور کرایا کہ اب اس دینِ حَقّہ کے ماننے والے ایک ایسی قوت بن چکے ہیں۔ جسے کچلنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے غزوہ بدر کے دن کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان قرار دے کر ہمیشہ کے لئے اس کی فضیلت و اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تاریخ نشر

۹ ستمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

فتح مکہ کی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی --- اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا --- صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

ترجمہ: "بلا شبہ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی"

اسلام دنیا میں ایک ایسی انقلابی تحریک بن کر ابھرا جس نے انسانوں کے بنائے ہوئے طبقاتی نظام کو پاش پاش کردیا اور بے بسی و بیچارگی کے بوجھ تلے سسکتی ہوئی انسانیت کو، ظلم و بربریت اور جبرو استحصال کے چنگل سے نجات دلائی۔ اس منزل تک پہنچنے کے لئے اہل حق کو مصائب کے جن پر ہول خارزاروں اور آزمائش کے جن کٹھن مرحلوں سے گزرنا پڑا، وہ تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے پوشیدہ نہیں بعض واقعات اتنے اہم ہوتے ہیں کہ کسی ایک خاندان، کسی ایک قوم یا کسی ایک معاشرے پر ان کا گہرا اثر پڑتا ہے مگر فتح مکہ کا واقعہ اپنے نتائج کے اعتبار سے وہ عظیم واقعہ ہے جس نے پوری تاریخ انسانی کا رخ موڑ کر رکھ دیا اسلام نے جب توحید کا پرچم بلند کرکے انسانی شرف کو بیدار کیا اور بتایا کہ اب انسان کسی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکے گا اور نہ کسی غیر اللہ کے خوف سے نذرانے اور قربانی کے جانور بھینٹ چڑھائے گا، تو اس سے بت پرستی کے تمام مراکز میں کھلبلی مچ گئی، جو صدیوں سے اپنے مذموم مقاصد کے تحت، انسان اور انسانیت کی تذلیل کرتے چلے آرہے تھے۔ انسانی عظمت کے اس نعرے سے وہ تمام پروہت، کاھن اور مذہب کے اجارہ دار کانپ اٹھے جن کا کاروبار ہی یہی تھا کہ وہ انسانوں میں ڈر، خوف اور وحشت پھیلائیں اور من گھڑت خداؤں کی بندگی کا طوق ان کی گردنوں میں ڈالے رکھیں۔ عقیدہ توحید کی اشاعت و فروغ کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ انسان

Marfat.com

تمام توہمات سے بیزار ہو کر ایک اللہ سے لو لگائے' ایک اللہ کی پرستش کرے اور ایک ایسے انسانی معاشرے کی تشکیل عمل میں لائے جس میں ذات پات' رنگ و نسل' زبان و وطن اور قوم و قبیلہ کے اختلافات' انسانوں کو' درجوں اور مرتبوں میں تقسیم نہ کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ دعوت و تبلیغ کا یہ انداز' کفار کی قوت برداشت سے باہر تھا' چنانچہ وہ اس کی مخالفت میں ہر حربہ اختیار کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔ حق و باطل کے مابین' پہلی باقاعدہ لڑائی بدر کے مقام میں ہوئی۔ جس میں دشمنان اسلام کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا' پھر احد اور احزاب میں طاقت آزمائی کا مرحلہ پیش آیا اور ہر دفعہ حق ہی کا بول بالا رہا۔ تاہم کفار مشرکین اسی امید سے وابستہ رہے کہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھرے گا اور ان کے خواب ایک نہ ایک دن ضرور شرمندہ تعبیر ہوں گے لیکن حضور سرور دو عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک قیادت میں حاصل ہونے والی فتح مکہ نے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

اسلامی لشکر کسی اشتعال اور ہنگامے کے بغیر' انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا' ہادی اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا' یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا' یا اپنے ہی گھر کا دروازہ بند کر لے گا' یا حرم میں داخل ہو جائے گا' اس کو امان دی جائے گی پوری تاریخ عالم' عفو عامہ اور امن کاملہ کی ایسی کوئی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی مظلوم نے ظالموں پر غلبہ پایا ہو' اس کے سفاک اور شقی القلب دشمن' مجبور اور بے بس ہو گئے ہوں اور مظلوم قوت و اختیار کا مالک ہو' پھر کسی نے اس سے رحم کی درخواست بھی نہ کی ہو اور وہ اعلان کر دے۔

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" یعنی تم پر آج کوئی زیادتی نہ ہو گی' جاؤ' تم سب آزاد ہو۔ حد تو یہ ہے کہ ان کے چھینے ہوئے گھر' املاک اور جائیدادیں بھی

Marfat.com

قبضوں اور دشمنوں سے واپس نہ لے اور کہے کہ ہم نے یہ سب کچھ اللہ کے لئے چھوڑا تھا ---- اس کے بعد کعبتہ اللہ کو حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم ۳۶۰ بتوں سے پاک کرتے، وہاں رب العالمین کے حضور سجدہ شکر ادا فرماتے اور عثمان بن طلحہ کو دوبارہ کلید برداری کا منصب عطا فرماتے ہیں۔ اس موقعہ پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے ایک ایک لفظ میں، انسانیت اپنے نقطہ کمال کا پتہ دیتی ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ ''ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اس نے اپنے بندوں کی مدد کی، تمام مخالف جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا، ہر قسم کا فخر، انتقام، پرانے خوف کے بدلے میرے قدموں تلے ہیں۔ اے قریش! جاہلیت کا غرور اور حسب و نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا''۔ خطبے کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو سامنے ایک جم غفیر تھا، اس میں وہ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب سے آگے تھے، جو صبح و شام دریدہ دھنی کرتے تھے، جو راستے میں کانٹے بچھاتے اور سرمبارک پر خاک دھول پھینکتے تھے، ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے مدینہ منورہ پر بار بار حملے کئے تھے۔ شب خون مارے تھے۔ غرض جو بھی ظلم و ستم وہ مسلمانوں پر کرسکتے تھے، انہوں نے اس میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ اس پر بے رحم، سنگدل، سفاک مگر مزاج شناس اہل مکہ پکار اٹھے ''تم شریف بھائی ہو اور شریف بھتیجے ہو'' ---- ارشاد ہوا ''تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ! تم سب آزاد ہو'' -----

یہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کا واقعہ ہے جس نے تاریخ عالم میں جنگی حکمت عملی کی تمام سابقہ روایات کو رد کرکے انسانیت کے ایک ایسے باب کی تکمیل کی، جس سے رہتی دنیا تک نسل انسانی کا عفو و کرم اور امن و سلامتی کی آفاقی اور ابدی قدروں پر کاربند رہنے کا درس ملتا رہے گا۔

Marfat.com

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

سحری پروگرام فتح مکہ۔ ریڈیو پاکستان' لاہور

۳۱ مئی ۱۹۸۵ء

Marfat.com

"اخلاص عمل"

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَہْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ

(رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"

اسلام کی بنیاد حقیقت پسندی اور حسن سیرت پر ہے' ریاکاری اور نمود و نمائش کو' دین اسلام مستحسن نہیں سمجھتا۔ اگر دین مصطفوی میں ظاہری وجاہت اور دکھلاوے کی کوئی گنجائش ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانی معاشرے میں نہایت ہی حسین و جمیل' صاحب ثروت و غنا اور دنیاوی جلال و جمال رکھنے والوں کا انتخاب فرماتے' مگر تاریخ شاہد ہے' اللہ اور رسول کے دربار میں اسی کو عظمت و شان ملتی جس کے دل میں زہد و تقویٰ ہو وہاں کسی حبشی و رومی' کالے و گورے' امیرو غریب' عربی و عجمی' سرخ و سفید کی تمیز نہیں کی گئی' بلکہ ایک طرف حضرت بلال حبشی جیسے شخص کو قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر ہوئی جو بظاہر اتنے حسین و جمیل نہ تھے تو دوسری وحیہ کلبی جیسے باکمال و جمال برابر کے شریک نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے' اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

مدینہ طیبہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا' جو بظاہر مسلمان کہلاتے تھے نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل میں شرکت کرتے، مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرتے، حتیٰ کہ ان میں بعض تو کئی ایک غزوات میں بھی شریک ہوئے، مگر قرآن عزیز فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ

بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔ کیونکہ **فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ** ان کے دلوں میں مرض ہے۔ یعنی ان کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ دل کے صاف نہیں۔ دل میں خوف الٰہی نہیں۔ زبانی اقرار کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب تک ''تصدیق بالقلب'' یعنی دل سے تسلیم نہ کیا جائے۔ لفظ متقی تقویٰ سے بنا ہے اور تقویٰ یعنی خشیت الٰہی کا تعلق دل سے ہے۔

زبان سے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہَ تو کیا حاصل
قلب و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

ایمان قلبی کیفیت کا نام ہے۔ جب تک نمود و نمائش اور ریاکاری کا قلع قمع نہ کیا جائے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''منہاج العابدین'' میں فرماتے ہیں کہ **اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ مَوْتٰى اِلَّا الْعُلَمَآءُ** یعنی تمام انسان مردہ ہیں زندہ صرف وہی ہیں جن کے سینے میں علم نبوت ہے۔ **وَالْعُلَمَآءُ كُلُّهُمْ نِيَامٌ اِلَّا الْعَامِلِيْنَ** اور علماء اگرچہ زندہ ہیں مگر سب سو رہے ہیں جاگتے صرف وہی ہیں جو اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں۔ **وَالْعَامِلُوْنَ كُلُّهُمْ فِىْ خُسْرَانٍ اِلَّا الْمُخْلِصِيْنَ** اور عمل کرنے والے بھی سب کے سب خسارے میں ہیں نفع اٹھانے والے صرف وہی ہیں جن کے عمل میں اخلاص بھی ہے۔ **وَالْمُخْلِصُوْنَ كُلُّهُمْ عَلٰى خَطَرٍ اِلَّا الْخَائِفُوْنَ** اور عمل میں اخلاص رکھنے والے بھی سب کے سب خطرے میں ہیں تمام خطرات سے نجات پانے والے صرف وہی لوگ ہیں جو علم و عمل اور اخلاص کے باوجود اللہ سے ڈرتے ہیں۔

Marfat.com

گویا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک متقی بننے کیلئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ علم شریعت۔ عمل' اخلاص اور خوف خدا' ان چاروں میں ایک چیز بھی نہ ہو تو متقی نہیں بن سکتا۔ حدیث مذکورہ کا ماحصل بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ ایک انسان بظاہر کتنا ہی پیکر حسن و جمال کیوں نہ ہو۔ اس کے پاس دنیا کا قارونی خزانہ بھی جمع ہو۔ مگر جب تک اس کے دل میں تقویٰ طہارت' پاکیزگی' زہد شرافت' ایمان اور عمل نہ ہو تو اس کے لئے ظاہری جاہ و جمال' کوئی سوذمند نہیں ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں وہ آدمی جو بظاہر بوریا نشین' پراگندہ حال' اور مفلوک الحال نظر آتا ہو' مگر اس کی قلبی کیفیت' انوار و تجلیات الٰہی اور حب رسول کا محور ہو۔ اس کا دل جمال مصطفوی کی عکاسی کرتا ہو' اس کی سیرت اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے تو عنداللہ اس کا مقام پہلے شخص کے مقابل میں بلند تر ہے۔ نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے۔ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی پراگندہ حالی کی وجہ سے تم انہیں دھکے مار کر گھروں سے نکال دیتے ہو' لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ "لَوْ اَقْسَمَ بِاللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ" اگر وہ کسی کام پر اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں قسم سے بری کرنے کیلئے وہ کام ویسا ہی کر دیتا ہے جیسے اس شخص نے قسم کھائی تھی۔ واضح بات یہ ہے کہ یہ مقام دنیا کے مال و متاع اور حسن خوبی سے نہیں ملتا۔ ورنہ دنیا دار جن کی تجوریاں سیم و زرگر سے بھری ہیں بارگاہ الٰہی میں باریاب ہوتے اور غریب و مسکین مفلس وفادار سسکتے رہ جاتے' مگر چونکہ شان قدرت کو دکھلاوا' یعنی ریاکاری پسند نہیں لہٰذا یہ مقام زہد و تقویٰ اور باطنی حسن و خوبی رکھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تاریخ نشر ۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء
صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

نسخہ کیمیا

تجلیاتِ ربانی۔ انوارِ قرآنی

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ - اس کتاب میں کوئی شک نہیں

رحمن و رحیم پروردگار نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور ان کی حقیقی فلاح و کامرانی کے لئے جو صحیفہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منیر پر نازل ہوا۔ اسے ہم قرآن مجید کے نام سے جانتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ایک کتاب ہے۔ اور کتابیں ان گنت ہیں۔ بڑی ضخیم بڑی ادق بڑی دل آویز لیکن اس کتاب کی شان ہی نرالی ہے۔ یہ صحیفہ بیک وقت کتاب بھی ہے۔ اور علم و معرفت کا آفتاب بھی۔ جس میں زندگی حرارت اور ہدایت کا نور دونوں یکجا ہیں۔ اس کا حسن و جمال قلب و نگاہ کو یکساں متاثر کرتا ہے۔ اس کی تجلیات سے دنیا و عقبیٰ دونوں جگمگا رہی ہیں۔ اس کا فیض ہر پیاسے کو اس کی پیاس کے مطابق سیراب کرتا ہے۔ اس کا پیغام اگر عقل و خرد کو لذت جستجو بخشتا ہے۔ تو قلب و روح کو بھی شوق فراواں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اس کی تعلیم نے انسان کو خود شناس بھی بنایا اور خدا شناس بھی۔ یہ کتاب مقدس ہر لحاظ سے سراپا اعجاز ہے۔ اس کا ہر پہلو اتنا دلربا ہے کہ پڑھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے۔ اس لئے جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس نے اپنی فطری جاذبیت سے نوع انسان کے ہر طبقہ سے سنجیدہ اور ذہین افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

فاران کی وادیوں سے قرآن کا چشمہ فیض کیا پھوٹا کہ اس سے علوم و فنون کے دریا بہہ نکلے۔ جنہوں نے جزیرہ عرب کے پیاسے ریگزاروں کو سیراب کیا اور

Marfat.com

انہیں حکمت و دانش کی جلوہ گاہ بنا دیا۔ اس نے بے شمار جدید علوم کی تشکیل کا سامان فراہم کر دیا۔ علوم تفسیر و لغت' فقہ' اصول فقہ' معانی و بلاغت ۔ صرف و نحو قرأت و تجوید' وعظ و خطابت' قصص و اخبار اور حکایات ان کے علاوہ اور کئی علوم ہیں۔ جنہوں نے قرآن حکیم کے سایہ عاطفت میں جنم لیا اور اسی کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔ اس طرح قرآن حکیم کے فیض سے دنیا کی سب سے زیادہ جاہل قوم علم و حکمت کے عظیم خزانوں کی مالک بلکہ خالق بن گئی۔

قرآن حکیم کا مقصد اولین انسان کی اصلاح و پختہ تربیت سے اس کے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنانا ہے۔ ہوس و ہوا کے غبار سے آئینہ دل کو صاف کر کے اسے انوار ربانی کی جلوہ گاہ بنانا ہے۔ غرور و سرکشی کی بیخ کنی کر کے انسان کو اپنے مالک حقیقی کی اطاعت و فرمانبرداری کا خوگر کرنا ہے۔ یہی کام سب سے اہم بھی ہے۔ اور سب سے مشکل اور کٹھن بھی۔ قرآن حکیم نے اسی اہم ترین اور مشکل ترین کام کو سرانجام دیا۔ اور اس حسن و خوبی سے کہ دنیا کا نقشہ بدل گیا۔

یہ صرف باتیں ہی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اور ناقابل انکار حقیقت کہ قرآن کی ہدایت سے بگڑا ہوا انسان سدھرا اور سدھر کر ساری کائنات کے لئے آیہ رحمت بن گیا۔ "غور فرمایئے۔" حکمت الٰہی نے نزول قرآن کے لئے جس سرزمین کو منتخب کیا۔ وہ عرب کا خطہ تھا۔ وہاں بسنے والے لوگ شکل و صورت میں تو انسان تھے۔ لیکن انسانیت سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ کفر و شرک۔ فسق و فجور۔ ظلم و ستم۔ وحشت و بربریت جہالت اس پر فقر و افلاس غرضیکہ کونسا عیب تھا۔ اور کونسی گمراہی تھی۔ جو ان میں بدرجہ اتم موجود نہ تھی اور دنیا نے دیکھا۔ کہ قرآن حکیم کی تاثیر اور صاحب قرآن پاک کی برکت سے کیا سے کیا بن گئے۔ اگر قرآن عرب کے بدوؤں کو آدم و بنی آدم کے لئے باعث عزو شرف بنا سکتا ہے۔ اگر ان جاہلوں کو بزم علم و دانش کا صدر نشین بنا سکتا ہے۔ اگر حرم کعبہ میں ۳۶۰ بتوں کی پوجا کرنے والی قوم کے دل میں معرفت الٰہی

Marfat.com

کی شمع فروزاں کر سکتا ہے تو ہمارے صنم کدہ تصورات کے لات و منات کیوں ریزہ ریزہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے ظلمت خانہ حیات کو اس کی کرنیں کیونکر منور نہیں کر سکتیں۔ واللہ ہو سکتا ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم قرآن کی ہدایت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور ہمارا کاروانِ حیات اس شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو۔ جو قرآن نے ہمارے لیے تجویز کی ہے۔

اے درماندہ راہ قوم! قرآن تمہیں عزت و عظمت کی بلندیوں کی طرف آج بھی لے جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ تم اس کی قیادت قبول کر لو۔ دنیا کی امانت تمہاری متاع گم گشتہ ہے۔ تمہیں یہ واپس مل سکتی ہے۔ اگر تم اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہو زندگی کی یہ ساری چہل پہل تقسیم کار کے باعث ہے۔ ایک ہی ملت کے مختلف افراد مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں حکمرانی کی باگ ڈور ہے۔ کوئی مجلس مشاورت کا رکن ہے۔ کوئی شکم زمین سے رزق و صنعت کو چار چاند لگاتا ہے۔ کوئی وعظ و نصیحت کے منبر پر جلوہ نما ہے۔ کوئی تعلیم و تدریس کی مسند کو رونق بخشتا ہے۔ اور کوئی سجادہ فقر و درویشی پر تشریف فرما ہے قوم کو مجموعی طور پر اصلاح یافتہ اسی وقت بنایا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام عناصر حق کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوں۔ اور اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری دیانت داری سے مصروف کار ہوں۔ ان عناصر کا باہمی تعلق اتنا گہرا ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک عنصر بھی جادہ حق سے برگشتہ ہو جائے تو دوسرے عناصر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے قرآن حکیم نے ہر ایک کو اپنی خصوصی توجہ کا مستحق سمجھا ہے۔ اور ہر گروہ میں راہ پانے والی خرابیوں کے عبرتناک انجام سے آگاہ کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین

پروگرام صراط مستقیم

ریڈیو پاکستان لاہور۔ ۱۵ فروری ۱۹۸۰ء

Marfat.com

حسن کردار کا اسلامی تصور

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ" اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" محنت کرنیوالا اللہ کا دوست ہے"

اسلام دین انسانیت ہے۔ جس کا مرکزی تصور انسان کی معاشی اور اخلاقی فلاح ہے۔ اسلام کا معاشی نظام' سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے اپنے مقصد' مزاج اور اصولوں کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اور ہر حیثیت سے ان سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اسی لئے اسلام ایک ایسے نظام حیات کا نام ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسانی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اور انسانی زندگی کو متوازن' خوشحال' پاکیزہ اور بابرکت بناتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام اپنے ماننے والوں کو جنگلوں' پہاڑوں اور ویرانوں میں بھاگ جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور محنت و مشقت سے جی چرا کر دوسروں کے دست نگر ہونے سے منع کرتا ہے۔ بلکہ کسب حلال کا حکم دیتا ہے فرمان الٰہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔

"اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں زرق دی ہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسے معبود سمجھتے ہو۔" اس آیت کی روشنی میں رزق طیب کھانے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کا بخوبی انداز ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا بیکار بیٹھنا' اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے دوسروں کا منتظر رہنا پسند نہ فرماتے تھے بلکہ ہر شخص کو کسب حلال میں مشغول رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ یعنی کسب حلال کی تلاش نماز کے بعد سب سے ضروری ہے محنت و مشقت کوئی عیب نہیں بلکہ عظمت کا نشان ہے۔ محنت کرنے والے کو اللہ کا دوست فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگدستی اور حاجت مندی میں بھی سوال کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہمیشہ حصول رزق حلال کی تلقین فرمائی کہ فرمایا" تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لادے اور پھر اسے بیچ دے وہ شخص اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ور رحیم و کریم اسکی حاجتیں پوری فرمائے گا۔"

قرب الٰہی کے حصول میں کسب حلال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب فرمایا تاکہ دوسروں کے لئے ایک مثال اور قابل تقلید نمونہ بن جائیں۔ فرمایا:

یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔

ترجمہ: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو۔

پھر یہی حکم ایمان والوں کو دیا گیا۔ **یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ۔**

ترجمہ: "اے ایمان والو پاکیزہ چیزیں کھائیو جو تم محنت سے کماؤ۔" حلال روزی کے لئے سعی کرنا بھی عبادت بلکہ فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رزق حلال کی تلاش بھی جہاد ہے" رزق حلال کو جہاد جیسی عظیم عبادت کے برابر اس لئے لایا گیا ہے کہ رزق حلال کی تلاش میں بھی محنت تردد اور نفس کشی کرنی پڑتی ہے اور بعض اوقات وطن عزیز اور اہل و عیال سے بھی دور جانا پڑتا ہے اس کے برعکس کسی

Marfat.com

صحت مند شخص کو اجازت نہیں کہ وہ دست سوال دراز کرے یا کسی کی کمائی بیٹھے بٹھائے کھاتا رہے۔ ایک غریب صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد چاہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک کلہاڑی خرید کر دی اور ہدایت کی کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرو اس نے اس پر عمل کیا اور اسی طرح اس کے خورد و نوش کا مسئلہ باعزت طریقے سے حل ہو گیا۔ چند دنوں بعد وہ صحابی حاضر ہوئے تو ان کے پاس سے بچے ہوئے کچھ درھم تھے وہ بہت خوش تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا "یہ اچھا ہے یا قیامت کے دِن چہرہ پر گداگری کا داغ لگا کر جانا۔"

اسلام کسبِ معاش کو انتہائی نیک عمل قرار دیتا ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسب معاش کے طریقے جائز ہوں۔ اسی لئے اسلام میں کوئی فرد یا طبقہ' دیگر افراد یا طبقات معاشرہ کو مالی یا مادی نقصان پہنچا کر نفع حاصل نہیں کر سکتا' اور جائز آمدنی کو بھی ناجائز طریقوں پر استعمال نہیں کر سکتا۔ اور ایسے کاموں پر آمدنی صرف نہیں کر سکتا جس سے محض نمود و نمائش مطلوب ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے کسب حلال کے لئے مختلف پیشے اختیار کئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے معماری کی۔ حضرت نوح علیہ اسلام اور زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کا کام کیا حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہونے کے باوجود رزق اپنے ہاتھ کی آمدنی یعنی زرہ بنا کر حاصل کرتے تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کپڑے رنگتے اور ایوب علیہ السلام باغبانی فرماتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام گلہ بانی فرماتے تھے اور نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی فرمائی۔ لہٰذا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ سب سے اچھا پیشہ معاش وہ ہے جس میں دست و بازو سے کام لینا پڑے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فی الحقیقت کوئی پیشہ حقیر اور برا نہیں۔ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

Marfat.com

حلال کھانا' پینا' اور حلال آمدنی سے تعمیر کردہ مکان میں رہنا عظیم عبادت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں فرض نمازیں ادا کروں' اور ماہ رمضان کے روزے رکھوں' اور حلال وحرام کے مابین امتیاز کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔ حرام کی مذمت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار میں اٹا ہوا آتا ہے۔ اور آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یا ربّی یا ربّی کہتا ہے دعا کرتا ہے۔ مگر اس کا کھانا' پینا' لباس' اور نشو و نما سب حرام کی کمائی سے ہے۔ تو دعا کہاں قبول ہو گی۔"

آخر میں ایک اور حدیث پیش خدمت ہے جو باعث نصیحت و عبرت ہے'

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی حرام مال کھائے پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں صدقہ دے تو یہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا' اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہو گا' اور اگر وہ چھوڑ مرا تو وہ اس کے جہنم کے سفر میں زاد راہ بنے گا۔

اس لئے حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا۔ "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔"

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں حصول رزق حلال کی توفیق عطا فرمائے اور اس راہ میں آنے والی دشواریاں ہمارے لئے آسان فرما دے آمین

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

Marfat.com

تاریخ نشر ۳ جولائی ۱۹۸۰ء
پروگرام مزدور دنیا ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

سواخات فی الاسلام

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ لَا یَخْذُلُہٗ وَ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ
فِیْ حَاجَتِہٖ ۔۔ وَ مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ
الْقِیَامَۃِ۔ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رواہ المسلم)

"ترجمہ" : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے۔ اور نہ اسے بے یارو مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیف کو دور فرمائے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے معاملات اس پر آسان فرمائے گا' جس نے کسی مسلمان کے عیبوں کو چھپایا۔

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔"

اسلام اپنا ایک مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت رکھتا ہے۔ جس کے اصول و ضوابط مستقل اور محکم ہیں۔ جس کا پورا مزاج عدل و انصاف سے مرکب ہے۔ یہ نظام ایسا جامع اور ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں آ جاتی ہیں۔☆ یہ انسان کے قلب و ضمیر اور اس کے معاملات زندگی' دنوں پر حاوی ہے۔ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ اس لئے اسلام جہاں جماعتی اور معاشرتی اصلاح کرتا ہے وہاں فرد کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی اصلاح کو نقطۂ آغاز قرار دیتا ہے کیونکہ فرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اور اس کی اصلاح معاشرہ کا سدھار ہے۔ اس لئے اسلام ایک ایسے معاشرے کا طالب ہے' جو ہمہ گیر' مصنوعی اختلافات سے پاک' تعصبات'

Marfat.com

مکروہات سے منزّہ، نسل، رنگ، وطن، اور زبان کی حد بندیوں اور جغرافیائی سرحدوں سے پرے۔ مساوات، اجتماعی عدل و انصاف اور ایک عالمگیر بنیاد پر قائم ہو۔ اور ایک فکری، اخلاقی، نیز با اصول معاشرہ ہو۔ جس کے تمام افراد میں مواساۃ کا رشتہ ہو، ایثار بھائی چارے کی فضا عام ہو۔ مسلمان جب ایک دوسرے سے ملیں تو خلوص دل سے ایک دوسرے پر سلامتی بھیجیں۔ ہر شخص اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہو، ظلم، غیبت، چغل خوری، کینہ پروری، سوء ظن، دھوکہ دھی۔ حسد و بغض، الزام تراشی، ایک دوسرے کی بے حرمتی سے پرہیز کریں اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اس لئے قرآن مجید نے یہ حکم فرمایا ہے۔

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ "القرآن"

لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا۔

اسلام مسلمانوں میں اجتماعی ذمہ داری کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور پورے معاشرے میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ نیکیوں کا قائم کرنے والا، برائیوں کو روکنے والا اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والا ہو۔ ایسا معاشرہ جس میں دوسرے کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے اسلام کو مطلوب نہیں۔

اس لئے حضور نبی کریم رؤف الرحیم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ جو شخص کسی مومن کی دنیاوی تکلیف دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تکلیف دور فرمائے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے معاملات اس پر آسان فرمائے گا۔ جس نے کسی مسلمان کے عیبوں کو چھپایا، اللہ دنیا و آخرت میں اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔ اللہ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث مبارکہ سے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے تعلقات' اسلامی معاشرہ میں ایک دوسرے کی خیرخواہی اور ہمدردی' اخوت' بھائی چارہ اور مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی کا اجر و ثواب اور خلق خدا پر احسان کرنے پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کی وضاحت فرمائی۔ اسی ضمن میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ "اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید پھر بھی انبیاء و شہداء قیامت کے دن ان کے مرتبے پر رشک کریں گے' جو انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ملے گا۔"

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہیں تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے' بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔"

پھر فرمایا :

فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ۔ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ۔ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ (رواہ البخاری)

اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے' ان کے چاروں طرف نور ہوگا انہیں کوئی خوف نہ ہوگا' اس وقت جب لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے اور نہ کوئی غم ہوگا جبکہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ اس کے برعکس مخلوق خدا کے لئے باعث زحمت بننے والے شخص کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "فرمایا تم مسلمانوں کو ایذا مت پہنچاؤ۔ نہ انہیں مشکلات میں نہ ڈالو' نہ ان کے عیبوں کے پیچھے پڑو۔ جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی تلاش میں رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے عیب کے پیچھے پڑے گا۔ اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ پڑے گا' اسے رسوا کر ڈالے گا۔ یہ ہیں اسلامی معاشرتی نظام کے زریں اصول' جن پر عمل کرنے سے رنگ و نسل گروہی اور طبقاتی

Marfat.com

تفاوت ختم ہو جاتا ہے۔ اور معاشرے میں اخوت، محبت، یگانگت، تعاون، ایثار اور باہمی ہمدردی و غمگساری کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے انسانی زندگی جنت کا ایک نمونہ بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علےٰ حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تاریخ نشر۔ ۴ مارچ ۱۹۸۴ء

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

"ہدایت و تقویٰ"

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی "رواہ مسلم"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ فرمایا کرتے تھے۔ "اے اللہ ! میں تجھ سے ہدایت' تقویٰ' عفت اور استغنا کا سوالی ہوں"۔ اسلام میں ایمان اور اعمال کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ ایمان جڑ ہے تو اعمال اس کی شاخیں اور پھل پھول' ایمان اگر پھول ہے تو اعمال اس کی خوشبو' ایک جسم کی مانند ہے تو دوسرا روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں ایمان اور اعمال کا ذکر ایک ساتھ ملتا ہے۔ حضور سرور عالم نور مجسم ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ میں دنیوی و اخروی فلاح کی ضمانت ہے اسی لئے قرآن عزیز نے بار بار اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دیا ہے۔ اور ایک حدیث مبارکہ میں خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اس حدیث مبارک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہی تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کے لئے دعا فرمائی پہلی چیز ہدایت ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ رہبری کرنا۔ منزل مقصود کا پتہ یا نشان دینا۔ ہدایت دو طرح کی ہوتی ہے ایک اراۃ الطریق یعنی رستے کا پتہ بتانا دوسری ایصال الی المطلوب۔ یعنی منزل مقصود تک پہنچانا۔ ایک مسلمان نماز پنجگانہ کے اندر سورۃ فاتحہ میں اسی بات کو دھراتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ

Marfat.com

الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ

اے اللہ ہمیں سیدھی راہ چلا۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا اور دوسرے مقام پر انعام یافتہ لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اِذَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (القران)

انعام یافتہ لوگوں میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے ہدایت مل جاتی ہے۔ دوسری چیز یعنی تقویٰ کیلئے دعا فرمائی۔ تقویٰ عربی زبان میں بچنے اور احتراز و احتیاط کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و احادیث کی اصطلاح میں یہ قلب کی اس کیفیت کا نام ہے۔ جس کے تحت برائی سے نفرت اور نیکی سے رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور آدمی بڑے گناہوں ہی سے نہیں بلکہ چھوٹے گناہوں سے بھی دامن بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

امام ابن قیم کے الفاظ میں پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ جو گناہ کیا جا رہا ہے وہ کتنا چھوٹا ہے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس کی نافرمانی کی جا رہی ہے وہ کتنا بڑا ہے چنانچہ تقویٰ پر زور دیتے ہوئے قرآن عزیز نے فرمایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔" خوف خدا یعنی تقویٰ پر ایمان کی بنیاد ہے۔ اسی لئے اگر پوری اسلامی شریعت کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو اسے تقویٰ سے تعبیر کریں گے۔ اور تمام اسلامی تعلیمات کی غرض و غایت اسی تقویٰ کا حصول ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

"اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تمہارے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" (البقرہ)

روزہ کی غرض و غائت بھی **لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ** یعنی حصول تقویٰ فرمائی۔

حج کا مقصد بیان کرتے ہوئے بھی ارشاد فرمایا۔ جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتا

Marfat.com

ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ حتیٰ کہ تمام عبادات کا مقصد ہی حصول تقویٰ ہے۔ اور

اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

ترجمہ: یعنی اللہ کے دوست صرف متقی ہیں

فرما کر متقی سے اپنی محبت و دوستی کا اظہار فرمایا۔

تیسری چیز عفت ہے۔ عفت و حیا وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان برائیوں کے ارتکاب سے بچتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں غائت درجہ کی حیا تھی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی دوشیزہ سے بڑھ کر عفت و حیا والے تھے عفت و باکرداری کی دعا مانگنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی میں کسی غیر محرم کو نہیں چھوا۔

چوتھی دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی۔ وہ استغناء یعنی دنیا و ما فیہا سے بے پرواہ ہو جانا۔ دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ لینا۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس سے دل نہ لگانا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا۔ اے معاذ اپنے کو عیش و طرب سے بچانا۔ کیونکہ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص دنیا سے محبت کرے گا۔ وہ اپنی آخرت کو تباہ کر لے گا اور جس کو آخرت محبوب ہو گی وہ اپنی دنیا کا نقصان بھی برداشت کرے گا۔ پھر فرمایا۔

فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی

تم باقی رہنے والی زندگی کو فانی زندگی پر ترجیح دو۔ یعنی دنیا و آخرت میں سے ایک کا انتخاب ضروری ہے۔ یا تو دنیا کو نصب العین بناؤ یا آخرت کو۔ اگر دنیا کو اپنا

Marfat.com

نصب العین بنا لیا تو آخرت کی مسرتیں نہ پا سکو گے۔

حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مختصر اور جامع نصیحت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب اپنی نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز ادا کرو جو دنیا کو چھوڑ کر جانے والا ہے۔ اور اپنے منہ سے ایسی بات نہ نکالو کہ کل قیامت کو رسوا ہو جاؤ۔ اور مخلوق کے پاس جو کچھ مال و متاع ہے۔ اس سے بالکل بے نیاز ہو جاؤ" ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بورے پر لیٹے ہوئے ہیں جسم اطہر پر بوریے کے نشان بھی ابھر آئے ہیں اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے' یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" کیوں روئے ہو عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہ روؤں' قیصر و کسریٰ تو محلات اور باغات میں عیش کی زندگی بسر کریں اور اللہ کے آخری رسول کی یہ حالت۔ نبی کریم نے فرمایا "اے عمر سنو! آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہتر ہے۔ ان کفار کو اچھی چیزیں دنیا میں مل گئی ہیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت تقویٰ' عفت اور استغنا کا سوالی ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۱۰ جولائی ۱۹۸۵ء

ریڈیو پاکستان لاہور

پروگرام صراط مستقیم

Marfat.com

انعام ربانی کے مستحق کبائر سے بچنے والے

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

ترجمہ : اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے، جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تمہارے گناہوں کو مٹا دیں گے اور تمہیں باعزت جگہ میں پہنچائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنا نائب بنایا۔ اور اسے کسی خاص مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا۔ اس کے مقصد حیات کی وضاحت قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○

یعنی جن و انس کی تخلیق کا مقصد اس کے سوا، کچھ نہیں کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں، اس رب ذوالجلال والاکرام کی دی ہوئی، ہدایتوں پر عمل پیرا ہوں۔ اس شرافت کی بنا پر انسان کو فرشتوں سے بڑھ کر، علم عطا فرمایا، اور اس کے علم کو ملائکہ کی تسبیح و تقدیس پر ترجیح دی۔

اسلام نے اس خلیفۃ اللہ کی حیات کا جو مقصد بیان فرمایا، وہ صرف یہی ہے، کہ انسان جس کا خلیفہ ہے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرے، اور جو ذمہ داریاں اسے سونپی گئی ہیں۔ انہیں بطریق احسن پورا کرنے کی کوشش کرے۔

لیکن انسان کا مرکب ہی چونکہ خطاء اور نسیان سے ہے، تو اس سے کبھی سہواً" اور کبھی عمداً، غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں سہواً" غلطی ہو یا عمداً" ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور مرضی کے خلاف کیا جائے وہ گناہ ہے۔

Marfat.com

تلاوت کی گئی آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا' جو گناہوں سے اپنا دامن بچا کر' نفس و شیطان کے چنگل سے بچ کر' زندگی' زندگی عطا کرنے والے کی رضا جوئی میں بسر کرتے ہیں اور انعام ربانی کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں فرمان ربی ہے۔

"اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا"

تَجْتَنِبُوْا کے معنی ہیں اجتناب کرنا' کنارہ کش ہونا' علیحدہ ہونا' اصطلاح شریعت میں بچنے یا پرہیز کرنے کو اجتناب کہتے ہیں۔

کبائر "کبیرہ" کی جمع ہے یعنی بڑے۔ گناہ اور اس کا مقابل "صغیرہ" ہے یعنی چھوٹے گناہ ہیں۔ اس میں گفتگو ہے کہ گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں' اور وہ کتنے ہیں۔ اس میں چند اقوال ہیں۔

۱۔ ہر گناہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس میں رب تعالٰی کی نافرمانی ہے۔

۲۔ جو اعمال و افعال قرآن و سنت کے خلاف ہیں' " اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے۔"

۳۔ جس گناہ پر دنیاوی سزا یا اخروی عذاب مقرر ہو وہ گناہ کبیرہ ہے' ورنہ صغیرہ۔

۴۔ جس گناہ پر شرعاً حد مقرر ہو وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ۔

۵۔ جو گناہ مرتکب کی دینی لاپرواہی پر دلالت کرے وہ کبیرہ ہے اس کے علاوہ صغیرہ۔

۶۔ ہر حرام کام جو بعینہٖ جرم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے' اور حرام لغیرہٖ جرم ہے گناہ صغیرہ ہے۔

۷۔ جس گناہ کو کتاب اللہ نے لفظ حرام کہہ کر ممنوع قرار دیا ہو وہ کبیرہ باقی صغیرہ۔

Marfat.com

۸۔ جو گناہ ہمیشہ کیا جائے وہ کبیرہ ہے او جس سے توبہ کر لی جائے وہ صغیرہ۔

۹۔ گناہ کبیرہ۔ مخفی رکھے گئے ہیں۔ تاکہ مسلمان ہر گناہ کو کبیرہ سمجھ کر اس سے بچے۔

۱۰۔ ایک قول یہ بھی ہے، کہ کبیرہ گناہ سات یا آٹھ ہیں یا اسی ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ ستر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ سات سو تک ہیں۔

۱۱۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ: **لَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ وَلَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ** یعنی توبہ کرتے ہوئے کوئی کبیرہ نہیں اور اگر گناہ کو عادت بنائے تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔

۱۲۔ گناہ کا صغیرہ یا کبیرہ ہونا' گناہ کرنے والے کے لحاظ سے ہے۔ ایک ہی گناہ ہم جیسے گناہگاروں کے نزدیک صغیرہ ہے' اور صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے کبیرہ ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے لوگوں سے فرماتے ہیں تم لوگ ایسے کام کرتے ہو' جو تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ ہلکے ہوتے ہیں یعنی حقیر ہوتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں دین و ایمان کے لئے مہلک خیال کرتے تھے۔"

درحقیقت ہر وہ فعل گناہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے اور ہر گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے یا اسے چھوٹا "صغیرہ" سمجھا جائے۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو گناہ بندے کی نگاہ میں چھوٹا ہے وہ پروردگار کی نگاہ میں بڑا ہے اور جو گناہ مرتکب کی نگاہ میں بڑا ہو وہ اللہ کی نگاہ میں چھوٹا ہے۔

Marfat.com

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ غنیتہ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ہر شخص پر توبہ فرض ہے' کیونکہ کوئی شخص ہاتھ پاؤں کے عملی گناہ سے خالی نہیں' اگر عملی گناہ نہ بھی ہوں تو دل سے گناہ کا ارادہ ہی ہو گا' اگر یہ بھی نہ ہو تو شیطانی وسوسے اسے ضرور آئیں گے۔ جو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں' اگر ایسا بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کے حصول میں کوتاہی اور غفلت سے کوئی خالی نہیں۔ لہٰذا توبہ ہر خاص و عام کیلئے ضروری ہے۔

مومن گناہ کو پہاڑ کی طرح سمجھتا ہے' اور منافق اس کے برعکس اپنے گناہ کو ناک پر بیٹھنے والے مکھی کی طرح خیال کرتا ہے۔ اسی لئے مسلمان کا ہر لمحہ اس فکر میں گزرتا ہے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے' جس سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ اور عتاب الٰہی کا باعث بنے' لیکن اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو' وہ بارگاہ ایزدی میں اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرے' جب بندہ پشیمان ہو کر اپنے گناہوں سے معافی مانگ لیتا ہے تو رحیم و کریم رب کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور بندے کے لئے معافی کا اعلان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز نے فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ○

اے ایمان والو اللہ کے حضور ایسی توبہ کرو' جو خالص اور سچی ہو۔ قریب ہے کہ وہ تمہارا رب تمہارے گناہ مٹا کر تمہیں جنت میں داخل کردے گا۔ جس کے نیچے نہریں ہیں۔ معلوم ہوا انعام ربانی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ گناہوں کے بعد توبہ کرلیں وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○

Marfat.com

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے اللہ جل شانہ' ایسے لوگوں کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور نبی کریم رؤف الرحیم کا فرمان بھی یہی ہے کہ:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ ○

گناہوں سے توبہ کرنے والے ایسے ہیں گویا انہوں نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے وہی ہیں جو احکام الٰہی کی پیروری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے رحمت الٰہی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ نبی کریم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

ریڈیو پاکستان' لاہور

۲۳ ستمبر ۱۹۸۵ء

Marfat.com

شہ زور کون ؟

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہ زور وہ نہیں ہے' جو اپنے مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ شہ زور وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔“

یہ بخاری شریف کی مشہور حدیث مبارکہ ہے جس میں اصل شہ زور اسے قرار دیا گیا ہے جو اپنے غصے پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس حدیث پاک میں حضور ہادی برحق' محسن انسانیت' سرور دوجہاں' آقائے کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے جس پر غور کرنا اور عمل کرنا انسانیت کے بہترین مفاد میں ہے۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ شہ زوری یعنی طاقتوری اور پہلوانی عمر کے ایک خاص دور سے تعلق رکھتی ہے' جب انسان کے اعضاء مستحکم' قوی مضبوط اور حوصلے بلند ہوتے ہیں اور ان میں حریف پر غلبہ پانے کی قوت موجود ہوتی ہے' لیکن عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ وہ مضمحل سے مضمحل تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب جسم کی توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان دوسرے عام انسانوں کی طرح زندگی کے باقی ماندہ دن گزار کر' آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شہ زوری یا پہلوانی' جسمانی قوت کا ایک عارضی دور ہوتا ہے' جو زیادہ دیر تک نہیں رہتا' لہٰذا اس پر فخر و ناز کرنا اور اسے اپنی سربلندی کا باعث سمجھنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے' البتہ جو شخص غصہ آنے کے باوجود اس پر قابو پا کر' تہذیب و شرافت اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا' وہ بلا شبہ اس قابل ہے کہ اس کی شہ زوری اور عظمت کو خراج تحسین پیش

Marfat.com

کیا جائے اور یہ ایسی شہ زوری اور عظمت ہے جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے، ختم یا مضمحل نہیں ہونے پاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے کہ ایک شخص نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، ارشاد ہوا کہ "غصہ نہ کیا کرو"۔ اسے یہ معمولی بات معلوم ہوئی تو اس نے دوبارہ، سہ بارہ عرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو" مسند احمد میں ہے کہ اس شخص نے بعد میں بیان کیا کہ جب میں نے دل میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی غصہ تو حقیقت میں ساری برائیوں کی جڑ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن ہمارے معاشرے میں جو باہمی جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے ہیں، ان کی تہہ میں صرف وقتی اشتعال انگیزی اور غصے کی کیفیت کار فرما ہوتی ہے جو بعد میں ہولناک واقعات کی شکل اختیار کرلیتی ہے، ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے، اگر ہم زیر نظر حدیث مبارکہ کا مطالعہ کریں تو اس کی معنوی وسعتوں کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ شہہ زوری یا پہلوانی جس سے ایک مدمقابل پر غلبہ حاصل کیا جائے اور وقتی دادو تحسین ہاتھ آئے، اس حریف پر قابو پالے جسے مخبر صادق علیہ الصلوۃ السلام نے شیطان قرار دیا ہے اور جس کی وجہ سے معاشرے کے کئی لوگ بلکہ کئی خاندان بربادی و تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ شیطان غصہ ہے، جیسا کہ ابوداوٗد میں ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "غصہ شیطان ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ کو پانی ٹھنڈا کرتا ہے تو جس کو غصہ آئے اس کو چاہیۓ کہ وضو کرے۔"

اس سلسلے میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ مشہور واقعہ بھی خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے۔ جب شیر خدا نے جہاد میں ایک نہایت زور

Marfat.com

اور دشمن پر قابو پایا' اور اس سے پہلے کہ اس کا سر تن سے جدا ہوتا' دشمن نے شیر خدا پر تھوکا تو آپ نے فوراً اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا' دشمن جو کہ ایک کافر تھا آپ کے اس رویے پر سخت متعجب ہوا اور پوچھا' یا علی! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہماری دشمنی اور دوستی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ میری یہ لڑائی صرف اسلام اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہے' تیرے ساتھ ذاتی نفرت و عداوت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ جب میں نے تجھے زمین پر گرایا تھا تو محض رب کائنات کی رضا کے لئے گرایا تھا' لیکن جب تو نے مجھ پر تھوک دیا' تو اس میں میرا ذاتی انتقام بھی شامل ہو گیا' یہ بات محسوس کرتے ہی میں نے تیرے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں' بحالت غصہ اپنی آپ پر قابو رکھنا' اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا' اس شہہ زوری اور پہلوانی سے کہیں زیادہ قابل قدر ہے' جس کے بل بوتے پر ایک شخص' کسی دوسرے شخص کو زیر کرتا ہے۔ اپنے آپ پر غصے کی حالت میں قابو پا کر فی الحقیقت انسان' اپنی تہذیب نفس اور عظمت انسانی کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اپنی ذاتی خواہشات کو' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے تابع کر کے انسانیت کی بیش بہا خدمت انجام دینے کا اہل قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائے' آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تاریخ نشر ۱۳ جنوری ۱۹۸۵ء

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

بخل

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمٰتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَائَھُمْ اِسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ۔ "رواہ مسلم"

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیلی سے بچو اس لئے تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اس بخیلی نے لوگوں کو اس بات پر اکسایا کہ انہوں نے خون بہائے اور حرام کو حلال جانا۔

اسلام امن و سلامتی اور خیر خواہی کا دین ہے۔ جو ہمیں باہمی اخوت و محبت کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام ہمیں عدل و احسان جود و سخا' ایثار و ہمدردی کا درس دیتا ہے وہاں ظلم و جور تکبر و غرور' بخل اور کنجوسی سے بھی منع فرماتا ہے۔

زیر نظر حدیث مبارکہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کو' دو قبیح اور مذموم کاموں سے منع فرمایا ہے۔

ایک ظلم ہے اور دوسرا بخل'

ظلم کے لغوی معنی ہیں "وضع الشی غیر محلّہ" کسی چیز کا غیر محل استعمال کرنا۔ دوسرے کی ملکیت میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ظلم کہلاتا ہے۔

ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

اول جو انسان سے اللہ تعالٰی کے بارے میں ہو'

جسے دین کی اصلاح شرک کہتے ہیں ارشاد ربّی ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بیشک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

دوم انسان کا دوسرے انسانوں پر ظلم کرنا

جیسے ارشاد ربی ہے۔ **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ**۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتے۔

سوم۔ انسان کا اپنے نفس پر ظلم کرنا

جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے **فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ** یعنی ان لوگوں میں کچھ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔ **اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ** جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں۔

اور فرمایا۔

وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔ ظلم ایک قبیح فعل ہے' اور اسکی بنیاد انسانوں کو تکلیف دینے کا مذموم جذبہ ہے۔ دوسرے کو بلا سبب شرعی قتل کرنا' مارنا' یا قید کرنا ہی ظلم نہیں' بلکہ ہر وہ فعل جس سے دوسروں کے حقوق پامال ہوں۔ اور ان کو بلا سبب صدمہ یا تکلیف پہنچے ظلم ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ

جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً" زبردستی لے گا' تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن' سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا

حدیث مذکورہ میں دوسری چیز "بخل" کا ذکر فرمایا۔

"بخل" کنجوسی کو کہتے ہیں۔ مال کو ضرورت کے مطابق خرچ نہ کرنا بخل ہے اور اسکی ابتدا حب مال سے ہوتی ہے مال کی محبت سے انسان میں ہوس بڑھ جاتی

Marfat.com

ہے اور پھر جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ جاتی ہے اور وہی مال انسان کو متکبر۔ لالچی اور ہوس کا پجاری بنا دیتا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مقدسہ کے سائے میں بیٹھے تھے آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا **هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ** وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ میں نے عرض کی **فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ هُمْ**

تو فرمایا

"هُمُ الْاَکْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَ هٰکَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَ عَنْ شَمَائِلِهٖ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ"

یعنی جو مالدار ہونے کے باوجود خرچ نہیں کرتے۔ کامیاب صرف وہی لوگ ہیں جو اپنی دولت کو لٹاتے ہیں۔ سامنے والوں کو دیتے ہیں۔ پیچھے والوں کو دیتے ہیں دائیں جانب والوں کو دیتے ہیں۔ اور ایسے مال خرچ کرنے والے تو بہت کم ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روائت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ لوگوں کے قریب ہوتا ہے جنت کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل خدا سے دور ہوتا ہے' لوگوں سے دور ہوتا ہے' جنت سے دور ہوتا ہے اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔

اسلام میں مال کی تلاش اور حصول میں "بشرطیکہ وہ جائز طریقے سے ہو"۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور اس کے جائز خرچ کرنے پر بھی پابندی نہیں ہے ہاں مال کو سمیٹ کر رکھنا کہ وہ اپنے کسی کام آئے نہ کسی اور کے کام آئے اس چیز کی ممانعت ہے بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے تین چیزیں آدمی کو ہلاک کر دیتی ہیں پہلی بخل دوسری خواہش نفس اور تیسری چیز تکبر۔

Marfat.com

درحقیقت بخل ہی سے خواہشات نفسانی میں اضافہ ہوتا ہے اور بخل ہی انسان میں تکبر و غرور پیدا ہوتا ہے۔

اس لئے قرآن عزیز نے فرمایا!

(فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ)

ترجمہ: پس اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق ڈرو اور احکام الٰہی کی اطاعت کرو اور مال خرچ کرو اس میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے باز رہا۔ اس نے فلاح پائی۔

وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَلٰی نَفْسِہٖ

اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنے نفس ہی کی بخیلی کرتا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا بخل اور بدخلقی دونوں مومن کے دل میں جگہ نہیں پا سکتیں۔

قرآن مجید میں ہے

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

"جو کنجوسی کریں اور دوسروں کو بھی بخل کے لئے کہیں "بخل" کی ترغیب دیں

اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔ ایسے کافروں کے لئے ہم نے خوفناک عذاب تیار کیا ہے۔"

اس ارشاد گرامی سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بخل مومنانہ نہیں بلکہ کافرانہ صفات مذمومہ ہیں مومن کو اس سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے وہ ہمیں اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تاریخ نشر ۱۱ مارچ ۱۹۸۵ء

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور

Marfat.com

ہر مرض کی دوا ہے

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی شفا نہ اتاری ہو۔ جس طرح کلام پاک میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **لَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ** یعنی کوئی رطب و یابس چیز ایسی نہیں۔ جو اس روشن کتاب میں موجود نہ ہو۔ اس طرح انسانی حیات و ممات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس سے متعلق احادیث مقدسہ میں ہمارے لئے ہدایات نہ ملتی ہوں چونکہ سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب نبوت و رسالت ہے اور جملہ نسل انسانی کے لئے مبعوث ہوئے آپ انسانیت کو اخلاقی و تمدنی بلندی عطا کرنے' ان کی معاشی و معاشرتی' سیاسی و تمدنی اور سماجی راہنمائی کے لئے تشریف لائے ہیں۔ آپ جسمانی و روحانی امراض کے لئے طبیب و معالج ہیں۔ آپ ہر روگ اور دکھ درد کا درماں بن کر تشریف لائے۔ آپ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ علم الابدان کا باب اس میں تشنہ رہ جاتا۔

مندرجہ بالا حدیث مقدسہ اور دیگر احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موت اور بڑھاپے کے سوا تمام امراض کی دوائیں موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو شفا دینا چاہتا ہے۔ تو طبیب کے دماغ کا رخ صحیح سمت کو پھیر

Marfat.com

دیتا ہے ورنہ طبیب کا دماغ الٹا چلتا ہے۔ اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مقولہ صادق آجاتا ہے۔ فارسی کا مشہور مقولہ ہے۔ "چوں قضا آمد طبیب ابلہ شود۔" یعنی جب قضا آنے کا وقت آجاتا ہے۔ تو طبیب پاگل یا دیوانہ ہوجاتا ہے۔ یعنی اسے صحیح سمت سوجھتی ہی نہیں۔

ہمارے روحانی و جسمانی معالج طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیماریوں سے بچنے کے لئے حفاظتی تدابیر بھی ارشاد فرمائیں۔ اور بیماری کی حالت میں ادویات بھی تجویز فرمائیں۔ مثلاً" عبادات میں پاکیزگی اور صفائی یہ احتیاط کے عمل میں آتی ہے۔ ایک مشہور محاورہ ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ وضو' غسل' مسواک صفائی جسم و لباس جائے عبادت' صحت و تندرستی کے لئے نہ صرف ممدومعاون ہیں بلکہ عین علامات صحت ہیں۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کا باعث بھی ہے اور صحت کے لئے مفید بھی۔ کھانے میں احتیاطی تدابیر کے ذکر میں گرم گرم کھانا تناول کرنے سے منع فرمانا۔ کم کھانا پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ گرم خوردونوش کو پھونک مار کر کھانے سے منع فرمایا یہ سب صحت و تندرستی کے لئے احتیاطی تدابیر ہیں۔ وضو کا طریق مخصوص بذات خود حفظان صحت کا اصول ہے۔ عبادات میں نماز کو خصوصاً" اگر صحت کے اصولوں کے پیش نظر دیکھا جائے۔ تو اس کے مختلف اوقات میں مختلف رکعات اور رکوع و سجود و قعود ہر رکن صحت کے لئے مفید ہے غرض احتیاطی تدابیر اور پرہیز وغیرہ ہماری زندگی بلکہ خوشگوار زندگی کے لئے اہم ہیں۔

اس طرح بیماری کی حالت میں ادویات بھی تجویز فرمائیں۔ مثلاً" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تین چیزوں میں شفا ہے۔ سنگی لگوانے' شہد پینے میں۔ اور آگ کے ساتھ داغ لگوانے میں۔ لیکن میں اپنی امت کو داغ لگانے سے روکتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ میرے بھائی کو دستوں کی شکایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ۔ اس نے پلایا اور آکر کہا۔ کہ میں نے پلایا ہے لیکن اس کے دست بڑھ گئے ہیں۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد پلانے کا حکم فرمایا۔ پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو شہد پلاؤ۔ اس نے کہا میں نے اس کو پلایا ہے۔ لیکن اس کے دست بڑھ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جاؤ اس کو شہد پلاؤ۔ وہ گیا اس نے شہد پلایا اور وہ تندرست ہو گیا۔

صاحب مشکوٰۃ نے ترمذی کے حوالے سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ کہ ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے پوچھا تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو۔ تو بولیں ”شبرم“ سے۔ فرمایا بہت گرم ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ پھر کس سے جلاب لوں۔ تو آپ نے فرمایا ”اگر کوئی چیز ہوتی جس میں موت سے شفا ہو تو وہ ”سنا“ ہوتی۔ گویا آپ نے فرمایا کہ تم نے اگر جلاب لینا ہو تو شبرم سے جلاب نہ لیا کرو۔ گرم ہوتا ہے تم سنا سے جلاب لیا کرو۔“

اس طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ زیتون کا تیل کھاؤ۔ اور اسے لگاؤ۔ کہ یہ مبارک درخت ہے۔ اور اس میں ستر بیماریوں کی شفا موجود ہے۔ جس میں جذام بھی ہے۔ اور بواسیر بھی۔

ہمارے سامنے بخاری و مسلم شریف کی ایک اور حدیث پاک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سیاہ دانہ (کلونجی) میں موت کے سوا ہر بیماری میں شفا ہے۔

Marfat.com

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو واقعتہ "کوئی بیماری ایسی نظر نہیں آتی جس کے لئے قدرت نے خود ہی تریاق تیار نہ فرمایا ہو۔ اس حدیث سے علاج کی ترغیب بھی ہے۔ اور بیماری کی شدت میں مایوسی سے بچاؤ کی ترتیب بھی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تاریخ نشر ۲۵ جون ۱۹۸۶ء

ریڈیو پاکستان لاہور

پروگرام صراط مستقیم

Marfat.com

(اللہ کے محبوب لوگ) (غنی)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ۔ "رواہ مسلم"

ترجمہ : حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ متقی، غنی، گمنام لوگوں کو پسند فرماتا ہے" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی مخلوق میں مشرف ترین مخلوق قرار دیا ہے۔ زمین و آسمان کی تمام نعمتیں اس کے نفع کے لئے پیدا فرمائیں، سورج چاند ستارے اس کے لئے ضیائیں بکھیر رہے ہیں۔ بحر و بر اس کے تابع کردیئے۔ کائنات کی ہر حقیقت کو اس کے لئے مسخر کردیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ جل شانہ نے انسان کو زمین پر اپنی نیابت اور خلافت کے لئے چن لیا اور **وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ** "بلاشبہ بنی آدم کو عزت کا تاج اس کے سر پر رکھا، **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** "بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا" کا تمغہ عطا فرمایا، "**خَلَقْتُہٗ بِیَدِیْ**" (میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا) کا تاج عطا فرمایا۔ مزید یہ کہ انبیاء و رسل کو نوع انسانی سے مبعوث فرمایا۔

یہ حضرت انسان جب اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** پڑھ لیتا ہے تو وہ ایک الگ قوم، علیحدہ معاشرہ، اور ایک منفرد تہذیب و تمدن کا حامل ہو جاتا ہے اور اس ایک کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس کا پورا تشخص بدل جاتا ہے۔ اس کی معاشی و معاشرتی، انفرادی و اجتماعی تمدنی و اخلاقی پوری زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام اقوام کے مقابلہ میں ایک چیلنج کی حیثیت سے ابھرتا

Marfat.com

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دنیا میں عزت و سرفرازی اور آخرت میں عذاب سے نجات اور جنت کے انعام کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ وہ مومن ہے اور اسلام ہی اس کا دین و مذہب ہے اور اسلام کا منبع' معدن' اور محور نبی کریم رؤف الرحیم ہیں۔ ختم المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس رحیم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہہ دیا وہ اسلام ہے جو کر دیا وہ اسلام ہے اور جو کام آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا وہ بھی اسلام ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب کے ہیں اور اسلام اس کی شعاعوں کی مانند ہے۔ جس طرح شعائیں سورج سے الگ نہیں ہو سکتیں اسی طرح اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ اس نے اپنے آپ کو پیکر مکارم اخلاق آفتاب رسالت کے قالب میں ڈھال لیا اور اپنے آپ کو سیرت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال لیا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک مومن توحید الٰہی کی عظمت کا پرستار' رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جانثار اور خدا کے آخری پیغام فرقان حمید قرآن مجید پر عمل شعار ہوتا ہے۔ سیرت و سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ زیر نظر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقی' غنی' خفی یعنی گمنام لوگوں کو پسند فرماتا ہے ان سے محبت فرماتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب بندہ خالق و مالک حقیقی کا اطاعت گزار' فرمانبردار بن جاتا ہے احکامات الٰہی کی پابندی کرتا ہے اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہے تو وہ مومن ہے اور مومن دنیا و اخروی انعامات ربانی کا مستحق ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً

جو کوئی مرد یا عورت اچھے اعمال کرے اور وہ مومن ہو۔ ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا

Marfat.com

کریں گے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ
اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کو جو اعمال صالحہ کرتے ہیں خوشخبری سنا دیں کہ بلاشبہ ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ "**قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ**" وہ مومن فلاح پا گئے جو نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں۔ متقی مومن کی پہچان کیا ہے۔ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ متقی کون ہے ؟ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منہاج العابدین میں متقی کے چار اوصاف بیان فرمائے' فرمایا : **اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ مَوْتیٰ اِلَّا الْعُلَمَاءُ** تمام انسان مردہ ہیں صرف وہی لوگ زندہ ہیں جن کے سینوں میں علم نبوت کی روشنی ہے۔ **وَالْعُلَمَاءُ کُلُّھُمْ نِیَامٌ اِلَّا الْعَامِلِیْنَ** اور علماء اگرچہ زندہ ہیں مگر سب سو رہے ہیں جاگتے صرف وہی ہیں جن کے دل میں خوف الٰہی ہے جو اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں۔ **وَالْعَامِلُوْنَ کُلُّھُمْ فِیْ خُسْرَانٍ اِلَّا الْمُخْلِصِیْنَ** اور عمل کرنے والے بھی سب نقصان میں ہیں نفع اٹھانے والے صرف وہی ہیں جن کے عمل میں اخلاص ہے۔ **وَالْمُخْلِصُوْنَ کُلُّھُمْ عَلٰی خَطَرٍ اِلَّا الْخَائِفِیْنَ** اور عمل میں اخلاص والے بھی سب کے سب خطرے میں ہیں' نجات پانے والے صرف وہی ہیں۔ جو علم و عمل اور خلوص کے باوجود دل میں خوف خدا رکھتے ہیں معلوم ہوا کامل مومن علم' عمل' اخلاص اور تقویٰ ان چار باتوں کا مجموعہ ہے۔ علم ہو عمل نہ ہو تو وہ علم ایسا ہے جیسے ایک گدھے کے اوپر کتابیں لاد دیں۔

علم و عمل تو ہو مگر اس میں ریاکاری ہو دکھلاوا اور نمود و نمائش مقصود ہو تو علم و عمل بے فائدہ تینوں اوصاف موجود ہوں مگر خوف خدا نہ ہو تو باقی تینوں اوصاف نہیں بلکہ عیوب بن جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس

Marfat.com

مومن کا ذکر فرمایا وہ علم، عمل، اخلاص و تقویٰ کا پیکر ہوتا ہے ایسے مومن سے اللہ پیار فرماتا ہے۔

حدیث مبارک کے اگلے میں غنی کا ذکر فرمایا، غنی کون ہے؟ مال و زر کی تجوریاں جسکے پاس ہوں، نہیں خزانوں کا مالک ہو؟ نہیں، بلکہ اَلْغَنِیُّ غِنَیُ النَّفْسِ یعنی غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہوں نفع و نقصان اور مسرت و رنج سے بے نیاز ہوں ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ فَاسِقًا یعنی سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ وہ گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔ سخی کی تعریف یہ ہے جو خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے اور غنی کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے کہ وہ اپنی ذات سے بھی نیاز ہو جائے۔ حضرت غوث الاعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سامان تجارت کا قافلہ کسی علاقے میں گیا ہوا تھا اچانک کسی نے افواہ پھیلا دی کہ وہ قافلہ لوٹ لیا گیا اور مال کا نقصان ہوگیا آپ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا الحمدللہ۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی نے آکر اطلاع دی کہ حضرت وہ قافلہ تو بخیریت منزل کے قریب ہے آپ نے فرمایا الحمدللہ۔

مریدین میں سے ایک نے عرض کی یا شیخ قافلے کے لٹنے کی خبر سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ اور خوشخبری سن کر بھی فرمایا الحمد للہ آپ نے جواب دیا جب مجھے نقصان کی اطلاع ملی تو میرے دل میں اس کا غم نہ تھا میں نے کہا الحمد للہ اور جب نفع کی بشارت موصول ہوئی تو دل میں کوئی خوشی نہ تھی سو میں نے کہا الحمدللہ۔ یعنی جب بندہ مکمل متوکل علی اللہ ہو جائے ایمان کے ساتھ اس کا ایقان یعنی یقین بھی کامل ہو جائے تو اس بندہ کو قلب سلیم عطا ہو جاتا ہے اور قلب سلیم وہ جو دولت ہے جو دولت ایمان کی محافظ ہے۔ ارشاد ربانی ہے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ روز قیامت مال اور اولاد کام نہیں آئے گی مگر قلب سلیم کام آئے گا تو قلب سلیم اسی مومن کا حصہ ہے جو کہے:

Marfat.com

سپردیم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

(اور جب بندہ مومن وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ یعنی "جس نے اللہ پر بھروسہ کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہے" چاہت جاہ و مرتبت۔ خواہش سود و زیان نکل جاتی ہے تو وہ قلب سلیم کا مالک بن جاتا ہے۔ اور قلب سلیم "غنی" کی نشانی ہے۔

تیسرا اللہ کا محبوب بندہ الخفی یعنی گمنام۔ یعنی مخلوق میں رہ کر بھی مخلوق سے جدا ہو۔ نمود و نمائش سے مبرا ہو۔ "اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" کسی سے محبت کرے تو رضائے الٰہی کے لئے اور کسی سے دشمنی ہو تو بھی صرف رضائے الٰہی کے لئے۔ قرآن عزیز میں ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ" کچھ لوگ ایسے بھی ہیں اپنی جانوں کا سودا صرف رضائے الٰہی کے لئے کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی ظاہری شکل و صورت کو نہیں بلکہ دل اور عمل کو دیکھتا ہے۔ انسان بظاہر کتنا ہی حسن و جمال کا پیکر کیوں نہ ہو اور اس کے پاس ساری دنیا کے خزانے کیوں نہ ہوں، جب تک اس کے دل میں زہد، شرافت، طہارت، تقویٰ، للہیت اور ایمان نہ ہو تو ظاہری حسن و جمال اور جاہ و جلال کا کوئی فائدہ نہیں اس کے برعکس ایک آدمی پراگندہ حال ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا کرنے والا ہو، اس کی قلبی کیفیت انوار و تجلیات الٰہی کی جلوہ گاہ ہو۔ اس کا دل جمال مصطفوی کا عکس ہو۔ خوف خدا اور عشق رسول خدا اس کا محور ہو تو اللہ جل شانہ کے ہاں اس کا مقام بلند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی پراگندہ حالی کی وجہ سے تم ان کو دیکھو تو دھکے مار کر گھر سے دور کر دیتے ہو، لیکن اللہ کے ہاں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ لَوْ اَقْسَمَ بِاللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اگر وہ کسی کام پر اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔"

حدیث مذکورہ مسلمانوں کو تقویٰ، غنا اور مخلوق سے بے نیازی کی ترغیب و

Marfat.com

دعوت دیتی ہے اور ان سے مطالبہ کرتی ہے وہ حقوق اللہ۔ حقوق العباد کے ساتھ ان کی روح کو مدنظر رکھیں۔ اور دنیا کے سامنے ایک ایسا مثالی کردار پیش کریں جو سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کامل نمونہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تاریخ نشر

۱۰ جولائی ۱۹۸۹ء

Marfat.com

شانِ مومن

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور ہادی دو عالم' حامل وحی و قرآن نے ایک مسلمان کی شان یہ بیان فرمائی کہ :

اَلْمُسْلِمُ لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ

نہ وہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے' نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے۔

دراصل ایمان اور حکمت و دانش' دو لازم و ملزوم اوصاف ہیں۔ اس لئے کہ ایمان کی بنیاد حق و صداقت پر مبنی اور اس نور بصیرت پر استوار ہوتی ہے جو انسان کی صحیح منزل کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ جبکہ باطل سراسر تاریکی اور ظلمت کے سوا کچھ نہیں۔ حق کا منبع و سرچشمہ ذات باری تعالیٰ ہے اور اس کا عرفان ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ جس ایمان و یقین کی بنیاد' حق و صداقت پر ہوگی' وہ لازماً انوار الٰہی سے معمور ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کے مطابق ہر صاحب ایمان اپنے دوسرے مومن بھائی کا آئینہ ہوتا ہے آئینے کی خاصیت یہ ہے کہ جو کچھ اس کے سامنے آئے' وہ بلاکم و کاست اسے منعکس کرلیتا ہے اور جو چیز جیسی ہو اسے ظاہر کردیتا ہے۔ آئینے سے توقع کی ہی نہیں جاسکتی کہ جو کچھ اس نے منعکس کیا ہے اس میں غلطی یا کمی و بیشی کا ذرا سا بھی شائبہ ہے' دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے' کہ ایک مومن اور سچا مسلمان جو نور حق اور انوار الٰہی کا امین ہونے کی حیثیت سے آئینے کی مثل ہوتا ہے' اسے نہ کوئی دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے دھوکہ کھا سکتا ہے۔

مسلمان اپنی فطرت' اپنے مزاج اور اپنی افتاد طبع کے اعتبار سے سادگی پسند ضرور ہوتا ہے لیکن اس سادگی پسندی کو سادہ لوحی یا بے شعوری اور ناسمجھی خیال

Marfat.com

کرنا غلط ہے۔ وہ لوگ جو سادگی پسندی کو ایسا سمجھتے ہیں وہ یقیناً اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور ناواقف ہیں۔ پیغمبر اسلام نے تو سادگی یا سادگی پسندی کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے لہٰذا ہوا کے رخ پر نہ چلنے والے افراد اور عیاری و زمانہ سازی سے پاک لوگوں کو بے شعور اور ناسمجھ وہی خیال کرسکتے ہیں جن کے اپنے دل و دماغ مکر و فریب اور ریاکاری کی نجاست سے آلودہ ہوں۔ اسی لئے سرکار دو جہاںؐ نے فرمایا کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ یعنی "مومن کی فراست اور دانشمندی سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" یعنی اس کی آنکھیں تمہاری جیسی تو ضرور ہوتی ہیں' لیکن ان کی بصارت نور حق سے ماخوذ ہوتی ہے۔ اس سادہ دل' سادہ مزاج اور سادگی پسند کو ناسمجھ اور بے شعور نہ خیال کرو' بلکہ اس کی مومنانہ فراست سے ڈرو' اسے دھوکہ دینا' اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ اسی طرح زیر گفتگو فرمان رسالت کے مطابق ایک مسلمان کی شان کے یہ قطعاً منافی ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ دے دیا کسی کو دھوکہ دینے کا خیال بھی دل میں لائے۔ وہ زبان جو حق گوئی پر مامور ہو وہ دروغ گوئی اور غلط بیانی کی مرتکب ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی فریب اور دھوکہ دہی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ البتہ کسی انسان سے معاملہ کرتے وقت اس کے باطنی ارادوں سے واقف ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً ایک شخص بظاہر بڑے اخلاق سے ملتا ہے۔ میٹھی میٹھی اور خلوص بھری باتیں کرتا ہے مگر اس کے باطن میں سوائے خباثت کے اور کچھ نہیں ہے تو ایسے شخص سے پہلی بار دھوکہ کھا جانا بالکل فطری ہے' اس لئے کہ آپ اس کے باطن سے واقف نہیں ہیں۔ تاہم ایسے شخص سے دھوکہ کھانے کے بعد آپ اس کی اصلیت سے واقف ہوگئے۔ اب اگر آپ اس سے دوبارہ دھوکہ کھائیں تو یہ عدم واقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض بیوقوفی' ناسمجھی اور نادانی کی وجہ سے ہوگا' جو اسلام کی نظر میں معیوب اور ناپسندیدہ قرار پاتا ہے۔ اسلام فریب کار اور دھوکے باز شخص کو ایک بار تو معاف کردینے کی اجازت دیتا ہے لیکن اگر کوئی

Marfat.com

مسلمان دوبارہ ایسے شخص سے دھوکہ کھالے تو یہ اس کی ایمان کی کمزوری اور بے بصیرتی کی دلیل ہے جو دینی اعتبار سے ممنوع اور قابل مذمت بات ہے۔ حضور نبی کریمؐ اس قدر شفیق اور کریم تھے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپ کو "رؤف الرّحیم" فرمایا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرمایا یہاں تک کہ زہر دینے والی یہودی عورت' اپنی بیٹی حضرت زینب اور اپنے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تک کو معاف فرما دیا۔ لیکن ایک دفعہ معاف کردینے کے بعد' دوبارہ دھوکہ دینے والے کو آپ نے کبھی معاف نہیں فرمایا اس لئے کہ بار بار دھوکہ کھانا مومن کا شیوہ نہیں۔

سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (البقرہ)

"دو رخے پن کے حامل اور منافق' اپنی دو رخی پالیسی سے اپنی دانست میں اللہ اور رسول کو دھوکہ دینے کا زعم رکھتے ہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود دھوکے میں مبتلا ہیں' اگر وہ کسی کو دھوکہ دے رہے ہیں تو صرف اپنے آپ کو' لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔"

(البقرہ۔ ۲:۹)

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث قدسی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے جب عقل کو پیدا کیا تو فرمایا ---- "میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو تجھ سے بہتر ہو' اور نہ ایسی جو تجھ سے بڑھ کر ہو' اور نہ ایسی جو تجھ سے زیادہ حسین ہو۔ میں تیرے ہی ذریعے پکڑوں گا اور تیرے ہی ذریعے دوں گا۔ تیرے ہی ذریعے پہچانا جاؤں گا' اور تیری ہی وجہ سے سزا دوں گا۔ ثواب بھی تیری ہی وجہ سے ہے اور عذاب بھی تیری ہی وجہ سے ہے۔"

اس "فرمان رسالت" سے بھی عقل کے مرتبہ و مقام کا اندازہ اور اس

Marfat.com

حقیقت کا بخوبی احساس ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل کی کس قدر اہمیت ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت عظمیٰ ہے۔ جو اس نے انسان کو بہتر زندگی گزارنے کے لئے بخشی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بروئے کار لاتے ہوئے' انسان کو ایک بار دھوکہ کھانے اور تجربہ حاصل ہو جانے کے بعد' حاصل کرنا چاہیے اور دوبارہ ہرگز دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

زیر گفتگو "فرمان رسالت" میں مسلمانوں کو یہی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی دل و جان سے قدر کریں۔ اور اس کا صحیح استعمال عمل میں لائیں۔ یعنی کسی بدنہاد اور فریب کار شخص کے ہاتھوں اگر وہ ایک بار دھوکہ کھا لیں تو آئندہ کبھی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئیں۔ اور کبھی اس پر اعتبار نہ کریں۔ یہ حقیقت کبھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ وہ اس روئے زمین پر حق و صداقت اور نیکی و خیر کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے نہ ہی کسی کو دھوکہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں "فرمان رسالت" کی حکمتوں کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (آمین)

پروگرام صراط مستقیم ریڈیو پاکستان لاہور
تاریخ نشر:۔ 30 جنوری 1993ء

Marfat.com

حسن معاشرت

زیر دستوں سے سلوک

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ میں اس سے بہتر ہو۔

پیغمبر اسلامؐ کی تشریف آوری سے پہلے عرب کا بچہ بچہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا۔ خاندانوں میں کبھی نہ ختم ہونے والی لڑائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

ہر شخص چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، خوف زدہ رہتا تھا کہ کوئی اس پر حملہ نہ کر دے، دنیا امن و سکون سے نا آشنا تھی، کسی کو فرائض کی فکر تھی نہ حقوق کا اندیشہ۔ متاع کاروان کے لٹنے کے ساتھ احساس زیاں بھی نہ تھا۔ نبیٔ رحمت تشریف لائے تو اپنے ساتھ خون کے رشتے سے بڑھکر ایک اور رشتہ لائے، یہ دین کا رشتہ تھا۔ جس نے بیگانہ کو یگانہ، اور دشمن کو بھائی بنا دیا۔ خاندانی اور قبائلی تعلق سے بڑھ کر اسلامی اخوت پیدا کی، سالہا سال کی عداوتیں ختم ہو گئیں۔ اور حقیقت میں لوگ بھائی بھائی بن گئے۔ اسلام نے انسان کی معاشرتی زندگی میں روح پرور اور فقید المثال انقلاب برپا کر دیا رنگ و نسل اور ذات پات کے امتیازات ریت کے گھروندے کی طرح گرا دیے، اور اصول مساوات کے تحت، سفید و سیاہ، حاکم و محکوم، عربی و عجمی، آقا و غلام، محمود و ایاز سب ایک ہی

Marfat.com

صف میں کھڑے کر دیے گئے۔ یہ اس لئے کہ اسلام کی نگاہ میں مادی اشیاء' دولت' منصب' نسلی و لسانی امتیازات' خاندانی وجاہت' برتری کا باعث نہیں بلکہ کردار اخلاق سے مراتب درجات کا تعین ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ

بے شک اللہ کے ہاں صاحب اکرام وہی ہے جو متقی ہے

اس طرح اسلام نے انسانی درجہ بندی کا معیار ہی بدل ڈالا جس سے حسب و نسب اور دولت و ثروت انسان کے مرتبے کی کسوٹی نہ رہی' بلکہ معاشرے میں انسان کے کردار کو تعظیم و تکریم کا باعث بنا دیا۔ انسانیت کے عظیم منشور حجتہ الوداع میں نبئ صادقِ ہادئ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا' "اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر اللہ نے مٹا دیا۔ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر' عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں' تم سب اولاد آدم ہو۔ یہ اصولِ مساوات ہی کا کرشمہ تھا کہ عظمت کردار کا مالک اسلام کا پہلا مؤذن جو کہ حبشی غلام تھا' معززین قریش صحابہ کرام کی نگاہ میں لائق صد احترام بنا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نام کو عظمتیں سلام کرتی ہیں۔ بحیثیت خلیفہ حضرت بلال سے ملتے تو "سیدی" کہہ کر مخاطب ہوتے۔

اسلام نے زیر دستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّیُ الْمَلَکَۃِ

اپنے غلاموں اور زیر دستوں پر اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

ایک سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی

Marfat.com

خاطر کرو جیسا کہ اپنی اولاد کی کرتے ہو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِخوانُکُمْ جَعَلَ اللّٰہُ تحتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ اَخاہُ تحتَ یَدَیْہِ فَلْیُطْعِمْہُ مِمّا یاْ کُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمّا یَلْبِسُ (رواہ المسلم)

یہ غلام اور زیر دست تمہارے بھائی ہیں' انہیں اللہ نے تمہارے تصرف میں دے رکھا ہے تو جس بھائی کو۔اللہ نے تم میں سے کسی کے قبضے میں دے رکھا ہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ کھلائے جو خود کھاتا ہو اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو خود پہنتا ہو۔ اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ اور اس کے کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔ معلوم ہوا کہ معاشرے کے دیگر افراد کی طرح ملازم اور خادم کے بھی اس شخص پر حقوق ہیں جس کے تحت وہ کام کرتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ

یعنی تم میں سے ہر ایک نگران و محافظ ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد گھر کا محافظ و نگران ہے اس سے اس کی اولاد اور اہل خانہ کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ عورت خاوند کے مال اور اس کی اولاد کی محافظ ہے اس سے اس کی بابت پوچھ گچھ ہو گی۔ یونہی گلی محلے گاؤں' شہر اور پھر ملک کے محافظ و نگران سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ اپنے زیر دست کو اچھے نام سے پکارا جائے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

اور آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو' اور نہ ایک دوسرے کو برے

Marfat.com

القاب سے یاد کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو "میرا بچہ" کے شفقت آمیز الفاظ سے پکارتے تھے۔ زیردست کا مذاق نہ اڑایا جائے اسے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ

اے ایمان والو ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ہو سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے بہتر ہو۔

نبیٔ رحمت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام سے انتہائی مشفقانہ سلوک فرماتے تھے۔ آپ حضرت زید بن حارث کی طرح ان کے فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک زانو پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے زانو پر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھاتے اور فرماتے۔

"اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 10 سال گزارے، مجھے کبھی اف تک نہ کہا اور نہ کبھی کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہ کیا۔ زیردست اور ملازمین اکثر غلطیاں کرتے ہی ہیں۔ لیکن مسلمان بحر بیکراں کی طرح قوت برداشت کا مالک ہوتا ہے۔ اور ہر بار معاف کر دیتا ہے۔ ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہم اپنے خادموں کی غلطیوں کو کس طرح درگزر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا۔ اگر دن میں ستر مرتبہ بھی غلطی کرے تو بھی معاف کرو۔ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام مہمانوں کیلئے شوربے کا پیالہ لایا، پاؤں پھسلا، اور گرم گرم شوربا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ اور لباس پر جا پڑا، آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔ "**وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ**" قرآن مجید کی

Marfat.com

ایک آیت کی طرف اشارہ کیا۔ جس کا ترجمہ ہے وہ مسلمان اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ پھر خادم نے اسی آیت کا اگلا حصہ پڑھا۔ "**وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ**" یعنی لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں' آپ نے فرمایا "میں نے تجھے معاف کیا" اس خادم نے کہا۔ "**وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ**" یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تاریخ نشر

۳۱ / جنوری ۱۹۸۹ء

Marfat.com

فرمانِ رسالت

”حقوق العباد“

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ ' قِیْلَ مَاھُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِذَا لَقِیْتَہٗ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ ' وَاِذَا دَعَاکَ فَاَجِبْہُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَہٗ ' وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتْہُ ' وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْہُ ' وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْہُ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ حضور ہادی کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں' پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ” فرمایا کہ جب تم کسی مسلمان بھائی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور جب وہ تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو اور جب وہ تم سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ ”الحمدللہ“ کہے تو تم اس کا جواب دو' اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو' اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ“ اس فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں' ایمان والوں پر بحیثیت انسان' تمام انسانوں ہی کے نہیں بلکہ دوسرے تمام حیوانوں' حتی کہ بے جان اشیاء' تک کے حقوق کا تعین کر دیا گیا ہے۔ مثلاً جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا جہاں تفصیلی ذکر موجود ہے' وہیں بے جان اشیاء کے بارے میں بھی تفصیلی احکام موجود ہیں' جیسے فرمایا گیا کہ جگہ کا حق یہ ہے

Marfat.com

اسے کثافت اور تکلیف دہ چیزوں سے پاک اور محفوظ رکھا جائے' گھر کا حق یہ ہے کہ اسے صاف ستھرا رکھنے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا جائے' کتاب کا حق یہ ہے کہ اس پر داغ دھبے نہ پڑنے دیئے جائیں' اور لباس کا حق یہ ہے کہ اسے میل کچیل اور گندگی سے بچایا جائے وغیرہ --- یہ تو تھا ظاہری نفاست و پاکیزگی کا وہ تصور جو اسلام نے اپنے ہر ماننے والے کو عطا کیا ہے۔ اب زیر بحث " فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم " پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم انسانی کے حقوق کی ادائیگی اور صحیح ادائیگی' اسی صورت میں ممکن ہے' جب انسان قدرے محدود دائرے میں رہتے ہوئے ان حقوق کی ادائیگی کو اپنا وظیفہ حیات بنا لے جو مذہبی اور دینی بنیاد پر اس پر عائد ہوتے ہیں۔ جب ایک مسلمان' اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایات کی اتباع کرتے ہوئے' دوسرے مسلمانوں کے ان حقوق کی ادائیگی کو اپنا دینی' اخلاقی اور معاشرتی فریضہ خیال کرے گا' جن کا اسلام نے اسے مکلف بنایا ہے' تو پھر خود بخود اس میں یہ ملکہ اور صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے گی کہ وہ پوری دنیائے انسانیت کے حقوق پورا کرے مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پہلا حق یہ ہے کہ وہ جب اسے سے ملے تو اس کو " سلام " کرے۔ سلام کرنے کا مطلب صرف " السلام علیکم " کے الفاظ کہہ دینے کے نہیں' بلکہ یہ ایک اعلان اور اقرار ہے اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان' مال اور عزت و آبرو محفوظ ہے' میں کسی بھی طریقے سے تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا' اور " سلام " دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دین و ایمان کو سلامت رکھے' تجھ پر برکتیں نازل کرے اور تجھے اپنے سایہ رحمت میں رکھے۔

دوسرا حق جو ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا ہے' وہ اس کی طرف سے دی گئی " دعوت " قبول کرنے کا ہے۔ "دعوت " صرف مل بیٹھ کر کھانے پینے ہی کا نام نہیں' بلکہ اجتماعی امور میں شریک ہونے کی ترغیب بھی " دعوت " کے زمرے

Marfat.com

میں آتی ہے، جس کا مقصد ہمہ گیر فلاح و بہبود کا پروگرام ہو۔ یعنی نیکی و خیر کی ترویج و اشاعت میں شرکت، خواہ وہ ادنیٰ سطح پر ہو یا اعلیٰ پیمانے پر۔

تیسرا حق جو زیرِ بحث فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا ہے، وہ خیر خواہی کی طلب کے جواب میں خیر خواہی کرنا ہے، یعنی اگر مسلمان کسی مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہو اور اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے ذریعے اسے دور کرنے کا خواہشمند ہو، تو وہ بلا حیل و حجت اس کے ساتھ تعاون کرے۔

کسی معاملے میں نیک اور صائب مشورہ دے۔ اسی طرح دیگر تمام معاملات میں بھی جب کسی کو اس کی خیر خواہی مطلوب ہو تو وہ اس سلسلے میں کسی تردد اور تامل کا مظاہرہ نہ کرے۔

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا چوتھا حق یہ قرار دیا گیا ہے جب کسی کو چھینک آئے اور وہ "الحمد للہ" کہے تو اس کا جواب دے یعنی "یرحمک اللہ" کہے۔ یہ حق بظاہر بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ سب جانتے ہیں کہ "چھینک" دو ہی موقعوں پر زیادہ آتی ہے، یا تو اس کا آنا چھوٹی موٹی بیماری کی آمد کا اعلان ہوتا ہے، یا جسم کے اندرونی نظام کی صحت مندی کا۔ اسی لئے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق چھینک آنے پر "الحمد للہ" کہنا ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ کسی کو چھینک آئے اور وہ "الحمد للہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ یعنی کلمہ خیر کے جواب میں کلمہ خیر کہنا مسلمانوں کے اخلاقی اور معاشرتی آداب میں شامل ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ اللہ اپنی رحمت نازل کرے اور تو اللہ کی اطاعت کی راہ میں ثابت قدم رہے، اور تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر دوسروں کو نکتہ چینی کا موقع ملے۔

مسلمان پر دوسرے مسلمان کا پانچواں حق یہ بتایا گیا کہ وہ جب بیمار ہو تو اس

Marfat.com

کی عیادت کرے، پھر عیادت کے آداب بھی بڑی وضاحت کے ساتھ احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان فرما دیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی بیمار کی عیادت کی جاتی ہے تو اس کو ذہنی طور پر بڑی تسکین پہنچتی ہے اور اس میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستر علالت پر ہونے کے باوجود اپنے عزیز و اقرباء، دوست احباب اور دوسرے ملنے والوں کی محبت اور توجہ سے محروم نہیں ہے۔ یہ احساس اس کی جلد صحت یابی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، نیز اس سے آپس میں باہمی محبت کے رشتے بھی مضبوط ہوتے ہیں۔

زیرِ گفتگو فرمان رسالت میں ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا چھٹا حق مر جانے کی صورت میں، اس کے جنازے کے ساتھ جانا ہے۔ اس حق کی ادائیگی اپنے اندر معنی و مفہوم کی بڑی وسعتیں رکھتی ہے۔ جنازے میں شرکت، متوفی سے تعلق و وابستگی ہی کا اظہار نہیں ہے، بلکہ اس کے لواحقین اور اہل خاندان کے ساتھ مستقبل کے بہترین مراسم کی تمہید بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہر مسلمان کے دل میں دنیا کے بے ثباتی اور اس کے فانی ہونے کی اس تصور کو زیادہ سے زیادہ جلا دے کر، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت بھی ہے، جو اسلام خدا خوفی کے حوالے اپنے ہر ماننے والے میں بدرجہ اتم پیدا کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتوں اور حکمتوں کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تاریخ نشر

۱۵ر جولائی ۱۹۹۱ء

Marfat.com

عظمت کردار

چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا احترام

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَ نَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ "رواہ الترمذی"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا معروف کے ساتھ حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی مخلوق میں مشرف تریں مخلوق قرار دیا ہے۔ ارضی و سماوی نعمتیں اس کے نفع کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ سورج چاند ستارے حضرت انسان کے لئے ضیائیں بکھیر رہے ہیں۔ بحر و بر اس کے تابع کردیئے ہیں۔ کائنات کی ہر حقیقت کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ جل شانہ نے انسان کو زمین پر اپنی نیابت اور خلافت کے لئے چن لیا ہے۔ **لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ** بلاشبہ بنی آدم کو مکرم کردیا' عظمت کا تاج اس کے سر پر رکھا اور' **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** یعنی بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا' کا تمغہ امتیاز عطا فرمایا ہے اسلام نے حیات دنیا کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ انسان نہ تو اتنا حقیر ہے کہ ادنیٰ چیز کے سامنے سرنیاز جھکا دے اور نہ اتنا طاقتور ہے کہ' دنیا کی

Marfat.com

ہر چیز اس کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ نہ وہ اتنا بے بس ہے کہ اس کا ذاتی ارادہ کوئی وقعت نہ رکھتا ہو اور نہ وہ اتنا زبردست ہے کہ بس اسی کا سب کچھ ہو۔ اسلام نے انسان کو اس بات کا احساس دلایا ہے کہ وہ عام مخلوق کی طرح نہیں' بلکہ وہ روئے زمین پر خدا کا نائب ہے' دنیا اور اس کی طاقتوں کو انسان کے لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ انسان سب کا حاکم ہے مگر اللہ کا محکوم' تمام مخلوقات میں عزت و شرف حاصل ہے۔ مگر عزت کا استحقاق اس وقت حاصل ہوگا' جب وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان سے مان کر اطاعت گزار و فرمانبردار ہوگا' کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری ہی ایک مسلمان کا نصب العین اور مقصد حیات ہے۔ چنانچہ اسلام نام ہے اللہ کی بندگی و فرمانبرداری کا' اس میں شک نہیں کہ دنیا کے سارے مذاہب کی بنیاد اخلاق ہی پر ہے لیکن اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی اس لئے ہوئی کہ اخلاقی خوبیوں کو پروان چڑھائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے جسم اور روح' ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ خوبصورت جسم اور بدصورت جسم' خوبصورت روح اور بد صورت روح' جسم چونکہ ظاہر ہے اس لئے اس کی خوبصورتی اور بدصورتی کا اندازہ آنکھوں سے کیا جاسکتا ہے' جسے بصارت کہتے ہیں' اور روح امر باطن ہے۔ لہٰذا اس کی خوبصورت و بدصورتی کا اندازہ بصیرت سے ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بدن انسان کے لئے اعضاء بنائے ہیں' اگر وہ سب اعضاء بدن کے متناسب ہوں تو بدن حسین ہوگا' اور اگر کوئی عضو بھی غیر متناسب ہو تو بدن بدصورت ہوگا۔ اسی طرح روح انسانی کے

Marfat.com

ارکان اخلاق کا مجموعہ اخلاق ہیں، اخلاق کا حسن روح کا حسن ہے اور کسی ایک خلق کا قبیح ہونا روح کی قباحت ہے۔

اسلام ایک پھل دار درخت کی طرح ہے۔ جس کا بیج عقائد تنا اور شاخیں، عبادات اور اس کا پھل اخلاق حسنہ ہیں۔ عقائد کی پاکیزگی ایمان کی علامت ہے۔ اسی طرح عبادات جتنی کامل اور خالص ادا کی جائیں گی اخلاق اتنے ہی اعلیٰ اور بلند ہوں گے۔ زیر نظر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو اجاگر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے، جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث میں آداب معاشرت کا ایک زریں اصول سمجھایا گیا ہے، چھوٹوں پر رحم کھایا جائے۔اور بڑوں کی عزت کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان کے ذریعے اس شخص کو اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے جو بڑوں کی عزت و تکریم نہیں کرتا اور چھوٹوں سے شفقت و رحم سے پیش نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس کائنات میں صاحب عزت اور کون ہوسکتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جب کسی قوم کا کوئی سردار آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عزت فرماتے اور اس کے مقام کے مطابق جگہ عطا فرماتے۔

اسی طرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ شفقت بھی مثالی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے پیار فرماتے۔ انہیں سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے گلی سے گزرتے وقت بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لپٹ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور ان سے پیار فرماتے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُ

Marfat.com

مَنْ فِی السَّمَآءِ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرے گا۔ زمین والوں پر تم رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اس حدیث میں زمین پر رہنے والی اللہ کی ساری مخلوق پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ جس میں انسانوں کے تمام طبقوں یعنی مسلم و غیر مسلم رشتہ دار و غیر رشتہ دار احباب و اعداء اور بلا امتیاز مذہب و ملت کے، جانوروں سے بھی اچھا سلوک کیا جائے۔ اللہ کی مخلوق میں جو بھی ہماری مدد کا محتاج ہو اس کی ممکنہ امداد سے دریغ نہ کیا جائے۔ رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایک شخص کہیں جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی، چلتے چلتے اسے ایک کنواں نظر آیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیاسا کتا شدت پیاس سے زبان نکالے کھڑا کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس آدمی کو اس بے زبان جانور پر رحم آیا، اور بڑی مشکل سے کنویں سے پانی نکال کر اس پیاسے کتے کی پیاس بجھائی۔ رب ذوالجلال کو اس بندے کا یہ عمل پسند آیا اور اس کی بخشش فرما دی۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک (بے درد اور بے رحم) عورت اس لئے جہنم میں ڈال دی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر (بھوکا پیاسا مار ڈالا) نہ تو اسے خود کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔" دنیا میں وہی قوم فلاح و بہبود سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ جس میں خدمت خلق کا بھرپور جذبہ موجود ہو، جو ایثار و قربانی کی روح سے سرشار ہو، جو ملک و ملت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو اور وقت آنے پر اپنا تن، من دھن قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرے، یہی ایک مسلم کا زاویہ نگاہ ہونا چاہیے۔

زیر نظر حدیث میں چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کے احترام کا حکم

Marfat.com

فرمایا۔ درحقیقت یہ وہ عمل ہے جس سے معاشرے میں محبت و مروت کے پھول کھلتے ہیں۔ تہذیب و شائستگی اور شرافت و انسانیت کی وہ قدریں اجاگر ہوتی ہیں جس سے معاشرتی زندگی میں امن و سکون نصیب ہوتا ہے۔ امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَحْتَقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْأً۔ وَلَوْ اِنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِقٍ"

کوئی نیکی حقیر نہ جان خواہ وہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔

ان تمام باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اور یاد رکھئے انسانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی پورے کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا حق دار وہ شخص ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ دوسروں کے کام آئے' دوسروں کے دکھ سکھ میں شامل ہو۔ لہٰذا مسلمان جس قدر مخلوق خدا کی بھلائی بہتری اور مدد کرتا جائے گا اس قدر اس کی روحانیت کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔ اسی سلسلہ میں حضور نبی اکرم رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے۔ "ہر روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ تو انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ اگر راستہ سے پتھر ہٹا دے تو بھی صدقہ ہے۔ کسی کو سواری پر بٹھا دے یا اس کا سامان اپنی سواری پر رکھے تو بھی صدقہ ہے" معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے خلق خدا کی بھلائی میں کتنے درجات پوشیدہ ہیں۔ اس حدیث مبارک میں اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے اپنے سے کم درجہ کے لوگ یا اپنے ماتحت کام کرنے والے لوگوں سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اور اپنے سے بڑے منصب کے لوگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ جذبہ تراحم و توقیر بدرجہ اتم موجود تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں عام لوگوں کی خدمت کرنے میں ذرا برابر عار محسوس نہیں کرتے

Marfat.com

بلکہ اسے سعادت سمجھتے۔ چنانچہ جب آپ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو ایک لڑکی آئی اور عرض کیا۔ اب آپ امیرالمومنین بن گئے ہیں اب ہماری بکریاں کون دوہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "خدا کی قسم میں یہ خدمت خود بجالاؤں گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دور خلافت میں رات بھیس بدل کر خلق خدا کی بھلائی کے لئے کمربستہ رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی جذبہ سے سرشار تھے۔ قرآن عزیز نے صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان فرمائی "رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ" وہ آپس میں رحم دل تھے۔

اسی طرح حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی اس فرمان رسول کی عملی تصویر ہے۔ آپ چند مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے کہ خادم کے ہاتھ سے برتن گر گیا اور آپ کے لباس پر سالن کے داغ لگ گئے۔ خادم نے نادم ہو کر کہا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ آپ نے فرمایا جا غصہ پی لیا۔ پھر اس نے کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے فرمایا جا معاف کیا۔ غلام نے پھر کہا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ آپ نے فرمایا میں نے تجھے آزاد کیا۔

حدیث مذکورہ میں جن دو باتوں کا آخر میں ذکر فرمایا وہ امر بالمعروف یعنی اچھی باتوں کا حکم دینا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا ہے۔

قرآن عزیز نے امت مسلمہ کا یہ ممتاز وصف قرار دیا اور فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ "تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے باہر لائی گئی ہو، اچھی بات کا حکم دیتے ہو اور بری بات سے روکتے ہو" اور سورۃ توبہ میں مومنین کی نشانی بیان فرمائی۔

Marfat.com

"یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ" وہ مومن اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ"

تم میں سے جو شخص کوئی برا عمل ہوتے دیکھے تو قوت بازو سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے برائی کو روکنے کی کوشش کرے اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو دل ہی دل میں برائی اور برے کو برا سمجھے اور آخری صورت ایمان کے ضعیف تر ہونے کی علامت ہے۔"

القصہ مختصر زیر نظر حدیث مبارکہ میں، حضور سرکار دو عالم مطلوب کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ہر فرد کو دوسرے لوگوں کے ساتھ بلکہ ساری مخلوق کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی روابط رکھنے، حسن سلوک اور بہترین رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دی اور مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ وہ اپنے میں رحمت و شفقت کا جذبہ پیدا کریں' اپنے سے چھوٹوں سے شفقت و مہربانی کا سلوک کریں اور اپنے سے بڑوں کا احترام ملحوظ خاطر رکھیں۔ خود بھی نیک کام کریں' برائیوں سے رکیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں۔ تاکہ معاشرتی زندگی میں فضا پر امن اور ماحول خوشگوار رہے اور برائیوں کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تاریخ نشر

۱۱ ر اگست ۱۹۹۱ء

Marfat.com

فرمان رسالت ”دوسروں کے عیوب تلاش کرنا“

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰی بِصَوْتٍ رَفِیْعٍ یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یَفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّہٗ مَنْ یَتَّبِعُ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یَتَّبِعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِیْ رَحْلِہٖ (راوہ الترمذی)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے نہائت بلند آواز سے فرمایا ”اے لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان انکے دل تک نہیں اترا' تم لوگ مسلمانوں کو نہ تو ایذا دو نہ انہیں عار دلاؤ' نہ ان کے خفیہ عیوب کے پیچھے پڑو' جو اپنے مسلمان بھائی کے خفیہ عیب تلاش کرے گا' اللہ اس کے عیبوں کو ظاہر کر کے اسے رسوا کر ڈالے گا۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو“

کسی بھی معاشرے کا سکون قرار اسکے افراد کی باہمی محبت و مودت پر منحصر ہے آپس میں اخلاص و محبت ہو گی تو فضا پر امن اور ماحول خوشگوار رہے گا' اور افراد باہمی کشمکش' اختلافات' ریاکاری' ملمع سازی' طعن و تشنیع فحش کلامی' دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہے۔ تو زندگی جیتے جی جہنم بن جائیگی' معاشرہ بدامنی و بدسلوکی کا شکار ہو جائیگا۔ الفت و محبت کا جنازہ اٹھ جائیگا' اور آپس میں اتفاق' یگانگت کا شیرازہ بکھر جائیگا دین مقدس اسلام میں افراد کے تعلقات رنگ و نسل' گروہی اور طبقاتی بنیادوں پر استوار نہیں ہوتے' بلکہ اسلام کی عطا کردہ'

Marfat.com

اخوت یگانگت، تعاون، محبت، ایثار مساوات، ہمدردی و غمگساری پر قائم ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلامی معاشرے میں فرد اور جماعت کے حقوق و فرائض میں کمال درجے کو توازن پایا جاتا ہے۔ جس میں برائیوں کے سر اٹھانے کا خدشہ باقی نہیں رہتا، اور افراد کی ایسی تربیت کی جاتی ہے، کہ وہ معاشرے کے لئے باعث رحمت و برکت ہوں، اور معاشرہ ان کے لئے وجہ سربلندی بنے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف الرحیم محسنِ انسانیت، صاحب خلق عظیم، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ سے جہاں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے اخوت و الفت کا سبق ملتا ہے وہاں ریاکاری۔ لعن طعن۔ عیب جوئی اور کسی کو بے آبرو و بے عزت کرنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔

زیر نظر حدیث بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، مدینہ منورہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو سچے اور پاکباز مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے اور ان کے خاندانی شرمناک عیوب جو زمانہ جاہلیت میں واقع ہوئے تھے، مسلمانوں کے سامنے بیان کرتے اور صحابہ کرام کو شرمسار اور رسوا کرنے کی مذموم حرکات میں سعی کرتے، اور روز و شب اسی تگ و دو میں رہتے کہ صحابہ کرام کی پاک زندگی کا کوئی کمزور پہلو انکے سامنے آئے تو وہ ان پر کیچڑ اچھالیں اور انہیں ذلیل کریں۔ ایسے درندہ صفت لوگوں کو حضور علیہ السلام نے ڈانٹا۔ بعض دوسری حدیثوں میں بیان ہوا کہ تقریر کرتے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی بلند ہو گئی تھی کہ آس پاس گھروں تک یہ آواز پہنچی۔ یہ تینوں حرکتیں منافقین کی تھیں۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا حتیٰ راستے میں کانٹے اور پتھر بچھا دیتے، تاکہ مسلمان اندھیرے میں گزریں تو انہیں ٹھوکر لگے یا تکلیف پہنچے اور پھر مسلمانوں کے وہ گناہ لوگوں کی سامنے بیان کرتے جن سے صحابہ توبہ کر چکے تھے بلکہ ان کی قبولیت توبہ کا ذکر خود قرآن مجید میں اعلان ہو چکا ہے۔

معلوم ہوا مسلمانوں کے خفیہ عیوب کو تلاش کرنا۔ انہیں ستانا۔ طعنے زنی

Marfat.com

اور ایذا پہنچانا یہ منافقین کا شیوہ ہے۔ مسلمان ان مذموم عادتوں سے دور رہتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا لِلَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ۔

مسلمان طعن کرنیوالا' لعنت کرنے والا۔ فحش کلامی کرنے والا اور زبان دراز نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ**

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ملعون ہے جس نے کسی مومن کو نقصان پہنچایا یا کسی کو دھوکہ دیا۔"

فرمایا **یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یَفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ**

اے لوگو جو زبانی اسلام کا اظہار تو کر چکے ہو مگر ایمان کی لذت سے ناآشنا ہو ایمان کی چاشنی سے محروم ہو "ایمان" تصدیق قلب کا نام ہے۔ اور مسلمان کے قلب و زبان میں فرق نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کو ایذا دینا' عار دلانا اور ان کے عیوب تلاش کرنا ایسے افعال قبیحہ اور ایسے گھناؤنے ہیں جن سے معاشرے میں افراتفری بے چینی' انتشار اور فساد پھیلتا ہے ایک دوسرے میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دشمنی کی بنیاد پڑتی ہے۔ خلق و محبت کے جذبات فنا ہو جاتے ہیں۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان عیوب سے آگاہ فرمایا ہے تاکہ ایک مسلمان ان سے بچے۔ کیونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاق کی بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا

Marfat.com

نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

ترجمہ: "اے ایمان والو نہ تمسخر اڑایا کرو مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں مذاق اڑایا کریں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عیب لگائیں ایک دوسرے پر نہ برے القاب سے ایک دوسرے کو بلائیں۔"

فرمایا "وَلَا تَلْمِزُوْا" ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو۔ تلمزو۔ "لمز" سے بنا ہے کسی کے منہ پر اس کی عیب جوئی کرنا۔ یعنی کسی طرح بھی یہ اجازت نہیں کہ اپنے بھائی کے عیب اور اسکی خامیوں اور کمزوریوں کو اچھالتے رہو۔ علامہ راغب لکھتے ہیں کہ لمز کے معنی کمزوریوں اور عیوب کا کھوج لگانا۔

ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے' وہ نہیں چاہتا کہ اس کے عیوب ظاہر ہوں۔ اگر کوئی شخص اسکی خامیوں کو برملا اظہار کرتا ہے اور اس کے عیوب کی کھوج لگاتا ہے تو اس کا کبیدہ خاطر ہونا ایک فطری امر ہے' اور اللہ اور اسکا رسول اس چیز کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ جسکی برائیاں بیان کی جارہی ہیں وہ تمہارا بھائی ہے۔

جب تم کسی کی پردہ دری کرو گے تو وہ تمہارے عیوب و نقائص طشت ازبام کرے گا اپنی عزت اپنے ہاتھ میں ہے۔ اپنی عزت محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کسی کی عزت پر ہاتھ مت ڈالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جو اس دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا قرآن و حدیث میں مسلمانوں کو ایسی باتوں سے سختی سے روکا گیا ہے جن کے باعث اسلامی معاشرے کا امن و سکون برباد ہوتا ہو۔ پیار و محبت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہوں خون خرابہ شروع ہو سکتا ہو۔ کیونکہ اس

Marfat.com

طرح ایک دوسرے کا احترام دل سے نکل جاتا ہے جب دلوں سے ایک دوسرے کی عزت و احترام کا جذبہ ختم ہو جائے تو انسان عداوت و دشمنی کے گہرے کھڈ کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کو باہمی الفت و محبت' ایثار و ہمدردی کے جذبات کو بیدار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا سگا بھائی ہے۔ اس کا نفع و نقصان۔ خوشی و غمی فتح و شکست۔ عزت و بے عزتی سب ایک ہے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ رحیم و کریم ہمیں فرمان رسالت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۱۲ مئی ۱۹۹۳ء

پروگرام صراط مستقیم لاہور

Marfat.com

تنگدست مقروض کو مہلت دینا یا معاف کرنا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ اَبِی الْیَسَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا" اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ۔ رواہ مسلم

حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو شخص مفلس کو مہلت دے یا اپنا قرض معاف کر دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایے میں جگہ دے گا۔"

یہ فرمان رسالت انسانی معاشرے میں ہمدردی' ایثار و مروت' اور احسان و اخلاص کی قدروں کو فروغ دینے کا نہائتہ موثر وسیلہ ہے۔ معاشرہ کے ہر فرد کے معاملات و مسائل کی نوعیت مختلف اور جداگانہ ہے' کوئی شخص غریب ہے' کوئی امیر کوئی مفلس اور تنگدست ہے' کوئی آسودہ اور خوشحال' کسی کے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے' اور کوئی نان شبینہ کا بھی محتاج۔ کوئی زروسیم میں کھیل رہا ہے تو کوئی مفلوک الحالی کے ہاتھوں فاقہ کشی سے دوچار ہے۔ اور بعض اوقات یہی مفلوک الحالی اور تنگدستی انسان کو قرض لینے اور دوسروں کا دست نگر بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔

قرض لینا کوئی عیب یا جرم نہیں' ہر انسان کو زندگی میں کبھی نہ کبھی اس کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے البتہ وعدے کے مطابق اس کی بروقت ادائیگی کرنا مقروض کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ تاہم کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقروض اپنے مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مقررہ مدت میں اپنے قرض کی ادائیگی سے قاصر رہتا ہے۔ چنانچہ زیر مطالعہ فرمان رسالت کے ذریعے قرض خواہ کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے' کہ وہ مقروض کے حالات کی ناسازگاری کے پیش نظر تقاضے

Marfat.com

میں سختی کی بجائے نرمی اختیار کرتے ہوئے خاطر خواہ مہلت دے اسے اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنا قرض خوش دلی سے معاف کر دے۔ اور اگر اس کا مقروض کسی ناگہانی آفت و مصیبت کا شکار ہو کر' مالی پریشانی کی آخری حدوں تک پہنچ چکا ہو' تو انسان دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنا قرض خوشدلی سے معاف کر دے۔ یہ احساس و ہمدردی کا درجہ ہے' جس پر فائز ہو کر قرض خواہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں جگہ پائے گا۔ زیر مطالعہ فرمان رسالت دراصل قرآن پاک کے اس ارشاد کا احاطہ کئے ہوئے ہے فرمان ربی ہے

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

یعنی "اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو' تو حالات کی سازگاری تک اسے مہلت دو اور جو صدقہ کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے' اگر تم سمجھو۔"

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہادی کونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل مبارک ہمارے سامنے آتا ہے' وہ اسلامی عدالت کے لئے بھی مستقل قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے حالات کچھ ایسے بگڑے کہ وہ کاروبار میں شدید نقصان اٹھانے کے ساتھ ساتھ قرض کے بوجھ تلے بھی دبتا چلا گیا' حتی کہ اس میں یہ سکت ہی نہ رہی کہ وہ اپنے قرض خواہوں کو کچھ ادا کر سکے' جب معاملہ عدالت نبوی تک جا پہنچا تو حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبوں حالی کے پیش نظر صحابہ سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کریں چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس کی مالی امداد کی' لیکن اس کے قرض کا حساب پھر بھی صاف نہ ہو سکا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے قرض خواہ سے فرمایا اس سے زیادہ تمہیں نہیں دلوایا جا سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مقروض کو عدالت میں لے جائے تو عدالت کو اختیار ہے کہ وہ قرض

Marfat.com

خواہ کو مہلت کے لئے کہے' نیز وقت' حالات اور مقروض کی زبوں حالی یعنی قرض دار کی تنگدستی کے مطابق جتنا چاہے قرض معاف بھی کر دے لیکن ایسا طرز عمل اسی قرض دار کے بارے میں اختیار کرنا قرین انصاف ہو گا' جس کی مالی حالت اتنی خراب ہو جائے کہ وہ اپنی دو وقت کی روٹی کا بھی انتظام نہ کر سکتا ہو۔ یہ نہیں کہ وہ زمینوں کوٹھیوں اور کارخانوں کا بھی مالک ہو' اور پھر بھی قرض ادا نہ کرنے قابل قرار دے دیا جائے۔

زیر گفتگو "فرمان رسالت" کے ذریعے ایسے مقروضوں اور قرض داروں کو مہلت دینے یا ان کی انتہائی خستہ مالی حالت کے پیش نظران کا قرض معاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جو واقعی احسان و ہمدردی کے لائق' اور امداد و اعانت کے قابل ہوں' اور جو افلاس و تنگدستی کے شکنجے میں اس بری طرح پھنس چکے ہوں جس سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو۔ دراصل اسلام نے انسانی زندگی کے لئے آسانی و سہولت کی راہیں پیدا کرنے کا جو سبق سکھایا ہے۔ وہ نیکی اور احسان ہے۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت احسان سے خالی ہو۔ یہی صفت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اخلاق و کردار میں بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ زیر مطالعہ فرمان رسالت کے مطابق ایسے اخلاق و کردار کے مالک کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس بندہ مومن کے لئے اس سے بڑھکر سعادت کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ رب ذوالجلال و الاکرام قیامت میں' جب ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہو گا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہو گا۔ اسے اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے۔ یہ اتنی عظیم الشان بشارت ہے جو ہر مسلمان قرض خواہ کے دل میں اپنی مقروض کے ساتھ رحمت و شفقت کا برتاؤ کرنے' اور اس کی مالی ناداری اور زبوں حالی کے پیش نظر اسے مہلت دینے' یا اس کا قرض معاف کرنے کی تحریک و ترغیب پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوسروں کے ساتھ نیکی اور احسان کا سلوک کرنے کی توفیق

Marfat.com

عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تاریخ نشر

پروگرام صراط مستقیم لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء

Marfat.com

Marfat.com